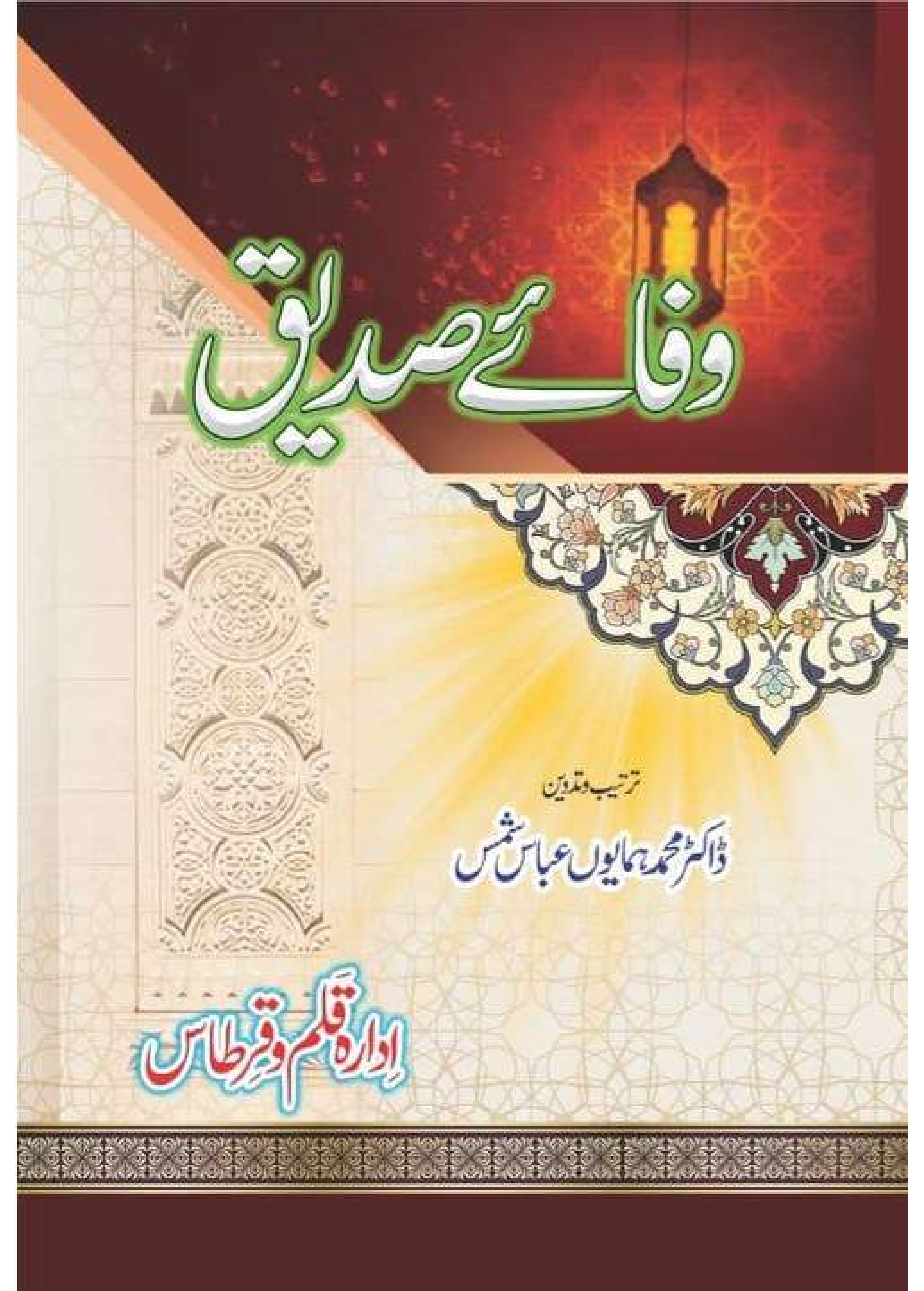

وفائے صدیق
ترتیب وتدوین
ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
اِدارہ قلم و قرطاس

وفائے صدیق

مرتب
ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

کتاب	:	وفائے صدیق
مرتب	:	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
ناشر	:	
سنہ اشاعت	:	جولائی سنہ ۲۰۲۰ء
تعداد	:	۵۰۰

ملنے کا پتہ

صاحبزادہ محمد عثمان صدیقی

دار العلوم نوریہ رضویہ رجسٹرڈ گلبرگ کالونی، فیصل آباد

مرکزی جامع مسجد مزمل سیف آباد، جھنگ روڈ، فیصل آباد

0300-6657741

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد و آلہ وسلم

پیش گفتار

کائنات ارضی کا حسن، اہل عرش کا فخر، مخلوق بحری کی دعاؤں کا مقصود اور قیام دنیا کا سبب اہل علم ہیں۔ اہل علم جب اپنے علم پر عمل کرتے ہیں تو زمرہ اولیاء میں شامل ہو کر "لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔" کی بشارت کا مصداق ٹھہرتے ہیں۔

فیصل آباد کی سرزمین میں فکر محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کی ترویج واشاعت جن لوگوں نے کی وہ ایک طویل فہرست ہے۔ مولانا عبدالقادر شہید، مولانا سیدزاہد علی شاہ، فقیہ العصر حضرت مفتی محمد امین، مولانا احسان الحق، مولانا محمد حنیف، مفتی نواب الدین، مفتی مختار احمد، مولانا ولی النبی، مولانا محمد سلیم نقشبندی، مولانا افتخار الحسن شاہ زیدی، اور دیگر بہت سے نام ہیں جنہوں نے اپنی تحریراً تقریراً میں محبت وعشق رسول کی دعوت دی۔ اب جو علماء کام کر رہے ہیں وہ بھی دراصل فیضان محدث اعظم ہی ہے۔ اسی سلسلہ کی تابندہ ودرخشندہ کڑی جنہوں نے حال (۸ر جون ۲۰۲۰ء بروز سوموار) میں وصال فرمایا قاری محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ وفا کی تصویر اسلاف کی یادگار ہستی کا یہ تذکرہ اس پُر آشوب دور میں ہماری رہنمائی کر رہا ہے کہ اگر معماران قوم، اپنا فریضہ صحیح انجام دیں تو۔

ے یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

محمد ہمایوں عباس شمس

فیصل آباد

۲۰ر جولائی ۲۰۲۰ء بروز پیر

برصغیر میں اسلام کی اشاعت میں کئی عناصر کارفرما ہیں۔ داعیان اسلام، صوفیائے کبار، مجاہدین باصفا اور علمائے کرام، سیاسی زعما۔ سب نے اپنے اپنے حصے کا کام کیا جس کے نتیجہ میں فکر اسلامی کی اشاعت بھی ہوئی اور ارتقاء و استحکام بھی ملا۔ جب تک یہ سب عناصر باہم مل جل کر فکر اسلامی کے لیے کام کرتے رہے یہاں کی پوری ہندوفلاسفی بے بس نظر آئی تو "یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا۔" کا سہانا منظر سب نے دیکھا۔ جب یہ سارے گروہ علیحدہ علیحدہ ہو کر، اپنے اپنے اکابر/پیران/اساتذہ کے بڑے/عظیم/اہم/ناگزیر/ہونے کا اعلان کرنے لگے تو مسلم سوسائٹی میں بھی اسلام غربت کا شکار ہو گیا۔

بالعموم برصغیر کی تاریخ کا جائزہ لیں تو یہاں الشیخ "احمد رضا خاں بریلوی" نے یہاں جو فکر متعارف کروائی وہ صحابہ و اہل بیت سے مستنیر، صلحاء کے آنسوؤں سے عطر بیز، علماء کی شب بیداریوں کے نتائج کا مرقع، امام ابوحنیفہ کی باقیات الصالحات، کے آثار، کا مجموعہ تھی۔ ان سب کا اصل الاصول یہ ہی تھا کہ:

ثابت ہوا جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

اسی فکر کو فیصل آباد میں جس ذات نے ترویج دی وہ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مسودہ صفات ہے۔ آپ نے انسان سازی اور کردار سازی کا وہ تاریخ ساز فریضہ انجام دیا کہ اس کی تاریخ میں مثالیں کم ہی ہیں۔ کردار سازی کی ان مثالوں میں ایک مثال قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ (یکم جنوری ۱۹۳۸ء/۲۹/شوال ۱۳۵۶ھ بروز ہفتہ) ہیں۔ کسے معلوم تھا کہ محمد

حسین بٹالوی کے گھر بٹالہ میں تولد ہونے والا اپنے تین بھائیوں (خادم حسین، عطا محمد اور محمد صدیق) میں سے صرف محمد صدیق یہ اعزاز حاصل کر سکے گا کہ اسے محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا اعزاز ملے گا۔ بقول منور بدایونی:

؎ یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

خاندانی روایات کے مطابق ۴ سال کی عمر میں، قیام پاکستان سے تقریباً پانچ سال قبل رسم بسم اللہ ہوئی۔ کچھ عرصہ مشن ہائی سکول بٹالہ میں تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۵ء میں سمندری کے گاؤں چک ۴۶۹ ر میں منتقل ہو گئے۔ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۰ء تک گورنمنٹ مڈل سکول سمندری میں تعلیم حاصل کی۔ اس دوران نوجوان محمد صدیق کی مصروفیات کا کہیں کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں مگر اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ دینی اور مذہبی لگاؤ اور میلان ضرور تھا۔ اس زمانے میں دینی جلسوں میں علماء کے خطابات سننے آپ ضرور جاتے تھے۔ ایسے ہی ایک جلسہ میں قدرت آپ کو لے گئی۔ آنے والے وقت میں محمد صدیق سے جو کام لینا تھا، کے لیے قدرت اپنے منصوبہ کے تحت اس جلسہ میں آپ کو لائی۔ حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب تھا۔ یہ قدرت نے پہلا موقعہ دیا تھا محمد صدیق کو۔ قدرت ہمیشہ مواقع فراہم کرتی ہے، جن سے انسان نے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ اور محمد صدیق نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ حضرت محدث اعظم کی تقریر سنی۔ دل کو بھائی۔ اور پھر اسی در سے وابستہ ہو گئے ۱۹۵۲ء میں جامعہ رضویہ جھنگ بازار داخلہ لیا۔ یہاں تدریس کے فرائض انجام دینے والے اپنے اپنے فنون کے ماہر ہی نہ تھے بلکہ حضرت محدث اعظم کی فکر میں ڈھلے ہوئے انمول انسان تھے۔

درج ذیل ماہرین علوم وفنون اور انسان ساز لوگوں نے محمد صدیق کو قاری محمد صدیق کے رنگ میں رنگ دیا:

(i) محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۲ء)

احوال حیات کے لیے دیکھئے "تذکرہ محدث اعظم پاکستان"

(ii) محدث کبیر علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۲۰ء۔ ۲۰۰۱ء)

احوال حیات کے لیے "تذکرہ اکابر اہلسنت" ملاحظہ فرمائیں۔

(iii) فقیہ العصر مفتی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۲۶ء۔ ۳رجنوری ۲۰۱۸ء)

احوال حیات کے لیے راقم کی کتاب "در ثمین ذکر مناقب امین" ملاحظہ فرمائیں۔

(iv) خواجہ محمد غلام نصیر الدین چاچڑوی (۱۹۲۸ء۔ ۲۰۱۵ء)

(v) مفتی نواب دین

(vi) قاری علی احمد روجھکی

(vii) علامہ حافظ احسان الحق (۱۹۲۶ء۔ ۱۹۸۹ء)

احوال حیات کے لیے "روشن ستارے" ملاحظہ فرمائیں۔

(viii) مفتی مختار احمد

(ix) مولانا عبدالقادر شہید (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۳ء)

(x) مولانا ولی النبی (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۶ء)

حالات زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں "نور نور چہرے"

(xi) علامہ حاجی محمد حنیف (۱۹۹۵ء)

(xii) سید منصور حسین شاہ

(xiii) علامہ حافظ غلام نبی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ انہیں جن ہم درسوں کا قرب ملا وہ بھی اپنے وقت اور زمانے کی مقتدر علمی و روحانی شخصیات بن کر سامنے آئے۔ چند اسماء درج ذیل ہیں:

(i) صاحبزادہ پیر فضل رسول صاحب (حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نور نظر اور سجادہ نشین)

(ii) علامہ علی احمد سندھیلوی رحمۃ اللہ علیہ (معروف مدرس)

(iii) حضرت علامہ مولانا حکیم محمد شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ (مدرس، محقق)

(iv) مولوی نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

(v) سید منیر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(vi) مولانا احمد علی صاحب، جامعہ نظامیہ

حضرت محدث اعظم کے خادم خاص کی حیثیت سے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سید زاہد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور قاری محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کو بغدادی مسجد گلبرگ تعینات کر دیا۔ مساجد میں عموماً ایک آدمی بھیجا جاتا ہے یہاں دو کیوں؟ دراصل وقت آنے والا تھا جس نے یہ ثابت کرنا تھا کہ ملازمت سمجھ کر اور مامور سمجھ کر فرائض انجام دینے والوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔ محدث اعظم آنے والے بعد کے وقتوں میں اپنے تربیت یافتہ انسانوں کے رویوں سے دنیا کو آگاہ کرنا چاہتے تھے۔

جناب علامہ سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں آپ نے مدرسہ کا نظم و نسق، امور عالیہ اور تدریسی فرائض انجام دیے۔ حضرت شاہ صاحب ۱۹۷۸ء میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ شاہ صاحب کی اولاد چھوٹی تھی۔ سید ہدایت رسول رحمۃ اللہ علیہ بھی ۱۳۔۱۴ سال کے تھے۔ قاری محمد صدیق کے اس کردار کا آغاز ہوا جہاں وہ ایک مخلص، سادہ، وفا شعار اور شیخ کے مامور کے طور پر سامنے آئے۔ اولاد زاہد کی خدمت سعادت سمجھ کر کی۔ اہلسنت کے ہاں سادات کی خدمت عبادت اور قاری محمد صدیق اور ان کی اہلیہ نے یہ عبادت دن رات کی۔ علامہ ہدایت رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ منہاج سے واپس آنے تک سات سال قاری صاحب نے اپنے شیخ کے عطا فرمودہ وظیفہ کو اپنی بھرپور صلاحیتوں کے مطابق ادا کیا۔ یہ کمال دراصل حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ انہوں نے کس قدر کھرے، سچے اور سُچے انسان تیار کیے۔ علامہ سید ہدایت رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنے رفیق کی یاد میں رفاقت زاہدانہ طریق سے نبھائی۔

اس ۶۲ر سالہ طویل عرصہ میں بھی ادارہ کو انہی نقوش پر چلایا جو حضرت محدث اعظم کے عطا فرمودہ تھے البتہ رجحانات کی کچھ تبدیلیاں احوال کے تبدیل ہونے سے ضرور آئیں۔ مگر یہ مرد درویش وظیفہ استاد کی ادائی میں مگن رہا۔ آپ عرصہ تین، چار سال سے شوگر، بلڈ پریشر اور دیگر امراض کا شکار تھے۔ ڈاکٹرز کی ہدایات کے مطابق علاج جاری تھا۔ برادرم علامہ عثمان صدیقی صاحب ڈاکٹرز ہسپتال، لاہور سے معمول کا چیک اپ کروا کر لائے۔ ۸ر جون کو دوپہر ۳۔۲ر بجے کے قریب میں نے عثمان صاحب کو کسی کام کے لیے ٹیلی فون کیا، وہ سن نہ سکے تو مجھے دوبارہ فون کر کے کہنے لگے کہ والد صاحب کو نہلا رہا تھا۔ یہ سعادت عثمان اور اس خدمت عثمان کو رحمان قبول فرمائے۔

شام (۸/جون ۲۰۲۰ء/۱۶/شوال ۱۴۴۱ھ بروز ہفتہ) طبیعت بگڑی اور (۷:۵۱) پر روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ حیرت اور تعجب کی بات یہ بھی کہ اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کا یہ انوکھا منظر تاریخ میں بہت کم نظر آیا ہوگا کہ ۱۹۵۸ء میں جس جگہ شیخ نے بٹھایا تھا۔ کہیں اور۔ کسی اور۔ کو نہیں دیکھا۔

پھر وہاں سے میت اٹھی۔ یہ وفا کا سبق۔ کہاں سے آیا۔ کس نے سکھایا۔ ہزاروں۔ کروڑوں سلام اس مردِ حق آگاہ کو جس نے ایسے انسان تیار کیے۔ اللہ محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد انور پر تا صبح قیامت اپنی رحمتیں نچھاور کرے جنہوں نے کردار سازی کی اعلیٰ روایت قائم کی۔

نماز جنازہ اگلے دن دس بجے بغدادی پارک میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سعید قمر سیالوی مدظلہ العالی نے پڑھائی۔

Covid-19 کے باوجود شہر کے علماء کی کثیر تعداد نے جنازہ میں شرکت کی۔ وصیت کے مطابق جامعہ مسجد مزمل، سیف آباد، جھنگ روڈ فیصل آباد کے داخلی دروازے کے عین سامنے آخری آرام گاہ بنائی گئی۔

اس موقعہ پر حضور شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے ان الفاظ میں تعزیت کی:

''اللہ پاک ان کی بخشش اور مغفرت فرمائے۔ ان کے درجات بلند کرے انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت عطا فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں بلند جگہ دے۔ ان کی قبر کو جنت الفردوس کا باغ بنادیں۔ آپ سب کو صبر جمیل عطا کریں۔''

ختم قل اگلے دن ۱۰ ر بجے بغدادی مسجد میں ہوا۔ شہر کے مقتدر علماء نے

شرکت کی اور شیخ الحدیث علامہ یوسف نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ، علامہ سید شفاعت رسول قادری، مولانا حافظ محمد عتیق سعید ہاشمی اور دیگر علماء نے خطاب فرمایا جبکہ چہلم کی تقریب ۲۰ رجولائی ۲۰۲۰ء کو بغدادی مسجد میں ہی ہوئی۔

تلامذہ:

آپ فارسی کے اسباق پڑھاتے رہے۔ آپ نے ۱۹۶۲ء میں البدر کالج جناح کالونی کے ذریعہ لاہور بورڈ سے فاضل فارسی کا امتحان بھی پاس کیا تھا۔ پڑھانے کا اپنا ہی منفرد انداز تھا۔ قصیدہ بردہ شریف پڑھتے اور پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بعدازاں گلستان / بوستان، کا سبق پڑھاتے۔ فارسی پڑھنے کا رواج ختم ہو چکا ہے۔ کلید مصادر وغیرہ بازار سے دستیاب نہ ہوتی تو ان کے عکس بنوا کر رکھے ہوئے تھے۔ وہ طلباء میں تقسیم کرتے۔ آپ نے حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر صاجزادگان (حضرت حاجی فضل کریم رحمۃ اللہ علیہ) / صاجزادیوں کو قرآن پاک ناظرہ بھی پڑھایا۔ علاوہ ازیں ہزاروں نے آپ سے ناظرہ قرآن پڑھا۔

چند اہم تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

(i) صاجزادہ پیر سید ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ

(ii) صاجزادہ پیر فضل کریم رحمۃ اللہ علیہ

(iii) صاجزادہ پروفیسر محبوب حسین، آستانہ عالیہ بیربل شریف

(iv) پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، لاہور

(v) حاجی محمد امین القادری، صدر جمعیت نوریہ رضویہ

(vi) عطاء المصطفیٰ نوری، جامعہ قادریہ، سرگودھا

(vii) محمد حبیب احمد سعیدی

(viii) قاری محمد لیاقت

(ix) محمد منیر شہباز رحمۃ اللہ علیہ

(x) محمد عتیق سعید (مدرس دار العلوم نوریہ رضویہ)

(xi) محمد عاشق حسین (امام وخطیب جامع مسجد فردوس کالونی فیصل آباد)

(xii) مولانا محمد شریز (خطیب جامع مسجد علی ہاؤسنگ کالونی فیصل آباد)

(xiii) مولانا محمد فضل عباس (مدرس، شعبہ طالبات دار العلوم نوریہ رضویہ)

(xiv) عطاء النور جامی (مہتمم جامعہ قادریہ ضیاء القرآن افغان آباد)

(xv) حافظ رب نواز سیالوی (ٹیچر، گورنمنٹ ایم سی ہائر سیکنڈری سکول کوتوالی روڈ)

(xvi) ڈاکٹر حافظ ذوالفقار علی (گورنمنٹ صابریہ سراجیہ ہائر سیکنڈری سکول پیپلز کالونی)

(xvii) سید صداقت علی شاہ (مہتمم جامعہ امینیہ جامع مسجد تاجدار مدینہ گلشن کالونی فیصل آباد)

معاصرین:

آپ کے نامور معاصرین میں درج ذیل اصحاب شامل ہیں:

(i) حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

(ii) شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

(iii) حضرت علامہ مولانا معین الدین شافعی رحمۃ اللہ علیہ

(iv) حضرت علامہ مولانا افضل کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

(v) پیر سید نذر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(vi) پیر علاؤ الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

(vii) شیخ الحدیث فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ

(viii) شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا معراج الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

(ix) حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث محمد حنیف القادری رحمۃ اللہ علیہ

(x) حضرت علامہ مولانا محمد دین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(xi) حضرت علامہ مولانا صدیق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

(xii) حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن زیدی رحمۃ اللہ علیہ

اولاد:

آپ کی شادی ۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۷ر بیٹوں اور ۲ر بیٹیوں سے نوازا۔

(i) حافظ محمد رفیق قادری (پ: ۱۹۶۴ء)

انہوں نے اپنے والد گرامی اور والدہ کے لیے ایک بڑے مکان کی چابیاں پیش کیں لیکن قاری صاحب فرمانے لگے ہم آپ سے خوش مگر رہنا مدرسہ میں ہی ہے۔ آپ ۱۹۹۰ء سے امریکہ مقیم ہیں۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ امریکہ تشریف لے جاتے تو اپنے اسی بیٹے کے پاس قیام کرتے۔ یہ سفر ۲۰۰۸ء سے جاری تھا۔ رفیق صاحب نے اپنے والدین کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ امریکہ میں بیٹھ کر یہاں ان کے ہر طرح کے آرام کا خیال کیا۔

(ii) حافظ محمد شفیق قادری (پ: ۱۹۶۶ء)

(iii) قاریہ نفیسہ۔ تلمیذہ حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ (پ: ۱۹۶۸ء)

(ناظمہ جامعہ صدیقیہ)

(iv) محمد عتیق صدیقی (پ: ۱۹۷۰ء)

(v) قاریہ سعیدہ۔ شاگردہ فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ (پ: ۱۹۷۳ء)

(شعبہ قراءت وتجوید، جامعہ صدیقیہ)

(vi) قاری محمد فاروق قادری، مقیم امریکہ (پ: ۱۹۷۵ء)

(قاری ونعت خواں)

(vii) محمد عثمان صدیقی (پ: ۱۹۷۹ء)

محمد عثمان صدیقی جامعہ منہاج القرآن لاہور اور جامعہ عراق، بغداد کے فاضل ہیں اور والد گرامی قدر کی علمی میراث کے وارث ہیں۔ ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے والد گرامی قدر کے مشن کو آگے بڑھائیں گے۔ دارالعلوم نوریہ رضویہ کے علاوہ جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد میں ۲۰۱۲ء سے شعبہ علوم اسلامیہ وعربی میں تدریس کے فرائض انجام دینے کے علاوہ نعت سوسائٹی کے انچارج بھی ہیں۔ ربیع الاول میں جو تقاریب منعقد ہوتیں ہیں اس کے روح رواں عثمان صاحب ہی ہوتے ہیں۔ عثمان صاحب اپنے والد گرامی قدر کے ساتھ گذشتہ ۱۴ سال سے دارالعلوم نوریہ رضویہ کے امور مالیہ دیکھ رہے ہیں۔ گویا وہ امور مالیہ میں اپنے والد کے تربیت یافتہ ہیں۔ مرکزی جامعہ مسجد مزمل، سیف آباد میں ۲۰۰۳ء سے خطابت کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ مسجد قبلہ قاری صاحب نے اپنی جمع پونجی اور مخیر حضرات کے تعاون سے قائم کی تھی۔ اب آخری آرام گاہ بھی اس مسجد سے ملحق ہے۔ علاوہ ازیں جامعہ صدیقیہ مدرسۃ البنات کے نائب ناظم اعلیٰ بھی ہیں۔

(viii) محمد عمران صدیقی (پ: ۱۹۸۱ء)

(ix) محمد علی صدیقی (پ: ۱۹۸۶ء)

شخصیت کے نمایاں پہلو:

(i) محبت رسول ﷺ آپ کے انگ انگ میں بسی ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے خلاف سنت کام آپ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ چھوٹی داڑھی رکھنے والوں سے سختی سے پیش آتے۔ نعت خوانوں سے نماز کے بارے میں پوچھتے۔ ہمیشہ باوضو رہتے۔ سر پر پگڑی کا اہتمام کرتے۔ عثمان صاحب نے جب غسل کروایا تو حکم دیا کہ پہلے دائیں طرف شروع کرو۔

(ii) احتیاط کا یہ عالم تھا مدرسہ کا کھانا نہ کھاتے، گھر سے کھانا آتا، دلچسپ یہ کہ اکیلے نہ کھاتے بلکہ کسی طالب علم کو بلا کر ساتھ کھلاتے۔

(iii) سفر میں بھی نماز میں کوتاہی نہ ہوتی، کہتے کہ منزل پر بعد میں پہنچ جائیں گے نماز پڑھ لیں۔

(iv) مسجد کا حد درجہ احترام کرتے۔ طلباء کو مسجد میں سونے سے روکتے، مسجد کو راستہ نہ بنانے دیتے۔

(v) اساتذہ کا احترام حد درجہ کرتے۔ ذکر محدث اعظم عجیب وارفتگی میں کرتے۔

(vi) ایک دفعہ آپ کے فارسی کے استاد حضرت خواجہ غلام نصیر الدین چاچڑوی ساحل ہسپتال چیک اپ کے لیے آئے ہوئے تھے۔ قاری محمد صدیق قادری صاحب بھی پہلے سے موجود تھے۔ جب آپ نے اپنے استاد کو وہیل چیئر پر ہسپتال میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا، فوراً استاد کے ہاتھ چومے۔

(vii) طالب علموں سے محبت کرتے۔ کسی کو کسی شرعی مسئلہ کے تحت ڈانٹتے تو بعد میں اسے پیسے دیتے کہ جاؤ دودھ پی آؤ۔ طلباء کو گلستان / بوستان، تحفہ میں دیتے۔

(viii) دینی مدارس کے مالی معاملات ایک مشکل کام ہے مگر فنی طور پر آپ نے اس کو جس طرح مربوط کیا لوگ آ کر آپ سے سیکھتے تھے۔ سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور سید ہدایت رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے زمانہ میں، دونوں کو خبر نہ تھی کہ نظم مدرسہ کے لیے قاری صاحب مالی معاملات کی تگ و دو کس طرح کر رہے ہیں۔ اسی لیے سید زاہد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا: "قاری صاحب کماتے ہیں اور ہم کھاتے ہیں۔" [روایت علامہ مولانا مفتی شہباز علی قادری صاحب] اسی لیے قاری صاحب کو مدرسہ سے بڑی عقیدت تھی لنگر خانہ جا کر بچوں کے پس خوردہ ٹکڑے کھانا اعزاز سمجھا کرتے تھے۔ [بہ روایت عثمان صدیقی] دارالعلوم کے معاملات کے لیے کراچی کا سفر کرتے رہے۔

(ix) مہمان نواز حد درجہ تھے۔ دفتر میں کھجوریں اور بھنے ہوئے چنے رکھے ہوتے، جو بھی آتا اسے باقی لوازمات کے علاوہ تین کھجوریں ضرور عنایت فرماتے۔

(x) ۱۹۹۴ء سے لے کر مسلسل ۲۰۱۴ء ہر سال باقاعدگی سے عمرہ کی ادائی کے لیے جاتے رہے۔

(xi) ۱۹۸۷ء سے ۱۹۹۶ء تک جامع مسجد مزمل سیف آباد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔

(xii) پسندیدہ کتب: کنز الایمان، ضیاء القرآن، بہار شریعت، شانِ حبیب الرحمٰن، حدائق بخشش، فیروز اللغات، فرہنگ آصفیہ، مثنوی مولانا روم، گلستان سعدی، بوستان سعدی۔

☆☆☆☆☆

تاثرات

(۱) عظیم علمی وروحانی شخصیت جناب مولانا قاری محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ غلام قطب الدین فریدی

گڑھی اختیار خاں رحیم یار خاں

جانا تو ایک نہ ایک دن ہے ہی۔ تو کیوں نہ ایسی زندگی گزاری جائے جو دوسروں کے لیے مثال بن جائے۔ دنیا میں بہت کم شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو کامل طرز حیات رکھتی ہیں۔ جن کا رہن سہن، ملنا جلنا، اٹھنا بیٹھنا، بات چیت، لب ولہجہ، اخلاق وتمیز۔ الغرض شخصیت کا ہر زاویہ کامل اور بے مثال ہوتا ہے۔ تو ایسی ہی چیدہ شخصیات میں سے ایک مولانا محمد حسین رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا قاری محمد صدیق رحمہ اللہ تھے۔ جو یکم جنوری ۱۹۳۶ء کو بٹالہ شریف انڈیا کی سرزمین پر پیدا ہوئے۔ وہ اپنے عظیم والد کی طرح عقیدہ ومسلک کے پکے اور اپنے اسلاف کی روایات کے سچے علم بردار تھے۔

وہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں جیسی زندگی گزارنے والے ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور ایک سچے محب وطن تھے۔ انہوں نے تمام زندگی اسلامی اصول وضوابط کے مطابق گزاری۔ انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کے لئے ایسی شاندار مثالیں چھوڑی ہیں جن پر اہل سنت وجماعت کے وابستگان ہمیشہ فخر وناز کرتے رہیں گے۔ بچپن سے ہی علمائے دین کی صحبت کا ذوق تھا اور یہ ذوق ان کو فیصل آباد کی معروف علمی روحانی شخصیت حضور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رحمہ اللہ کے پاس لے آیا۔ حضور محدث اعظم سے باقاعدہ علم دین پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس نے کچھ وقت، خواہ چند لمحے ہی ان کی معیت میں گزارے ہوں ان

کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا ہے۔

غریب کیا امیر کیا، اپنے کیا پرائے کیا۔ ہر شخص ان کی تعریف کرتا نظر آتا ہے۔ وہ تھے بھی ایسے۔ تحمل، بردباری اور برداشت ان کا خاصہ تھے۔ نرم و شفیق لہجہ، صلح جو طبیعت، حسن اخلاق، زندہ دلی اور دور اندیشی و دانائی۔ ان سب خوبیوں سے مرقع تھے۔ رعب اتنا تھا کہ بچے تو کیا بڑے بھی ان کی عزت کرتے تھے۔ ایک بار حکم دیتے تو چوں چراں کرنے کی کسی کو مجال نہ ہوتی۔ شفیق اتنے کہ یوں محسوس ہوتا کہ وہ دوست یا بڑے بھائی ہیں۔

ان کی زندہ دلی کے سب ہی معترف تھے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ جس محفل میں بیٹھتے وہی کشت زعفران بن جایا کرتی۔ جب اٹھ کر جاتے تو دیر تک ان کا تذکرہ ہوتا رہتا۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی لوگوں کے لیے فرمایا تھا:

دنیا اتے رکھ فریدا انج دا بہن کھلون

کول ہوویں تے لوکی ہسن دور جاویں تے رون

(دنیا پر اپنا اٹھنا بیٹھنا اس طرح رکھو کہ جب لوگوں کے پاس ہو تو وہ ہنستے رہیں۔ جب دور جاؤ تو تمہیں یاد کر کے روئیں۔)

مولانا بھی ایسی ہی شخصیات میں سے ایک تھے۔ جن کی صحبت ہر کسی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتی تھی۔ اور جدائی آنکھوں میں آنسو لے آتی تھی۔ شخصیت ہو تو ایسی ہو۔ جینا ہو تو ایسا ہو۔ مولانا کی ذات میں موجود خوبیوں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان کی شخصیت کے ہر پہلو پر علیحدہ سے روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ وہ ایک مثالی شاگرد، ایک مثالی استاد، ایک مثالی باپ ہی نہیں مثالی بیٹے، مثالی خاوند، مثالی

بھائی۔ حتی کہ ہر خونی رشتے میں اپنی مثال آپ تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ معاشرتی رشتوں میں بھی ان کا ثانی کوئی نہیں تھا۔

ان کے مثالی باپ ہونے کا اندازہ ان کے بیٹے محمد عثمان صدیقی لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ وعربی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت کس اعلیٰ منہج پہ کی ہے۔ ان کے مثالی استاد ہونے کا اندازہ ان کے تلامذہ سے لگایا جاسکتا ہے جن میں صاحبزادہ پیر سید حدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین، بیربل شریف، علامہ نصر اللہ مغنی، پیر جاوید احمد نوری چورہ شریف، عطاء المصطفیٰ نوری جامعہ قادریہ، صاحبزادہ پیر فضل کریم رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ رحم دلی اتنی تھی کہ انسان تو کیا جانور کو بھی تکلیف میں نہ دیکھ سکتے تھے۔ تحمل اور بردباری ایسی کہ بڑے سے بڑے سانحات، پریشانیوں اور مسائل کا انتہائی خندہ پیشانی اور حوصلے سے سامنا کیا۔ مخیر اتنے کہ یتیم بچیوں کی پرورش، اور غریب طالب علموں کے اخراجات اس طرح اٹھائے کہ کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی۔ اور ان کی قوت برداشت کا یہ عالم تھا کہ شدید ترین غصے میں بھی اپنے آپ پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتے۔ نفرت، کینہ، بغض، حسد، عداوت اور منفیت جیسی بری عادات تو ان کے پاس سے بھی نہ گزری تھیں۔ ان کی طبیعت میں درشتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ فطرتاً نرم دل، سادگی اور سفید پوشی کا بھرم رکھنے والے انسان تھے۔ مولانا نے اپنی اس مختصر زندگی میں بغیر کسی ریاکاری اور دھوکے وفریب کے مکمل ایمانداری اور جہد مسلسل کے ساتھ کس طرح ناکام زندگی کو کامیابی میں بدلا۔ موصوف نے ساری زندگی دین کے لیے وقف کر دی دن رات ایک کر

دیا۔ معاشی معاملات میں کمی نہ آنے دی۔ بیماری اور علالت کے باوجود ہر لمحہ اپنی مسند پر نظر آئے۔ واضح رہے کہ یہ سطور لکھنے کا مقصد صرف ان کی تعریف کرنا یا ان کی یاد میں اپنا غم بیان کرنا نہیں بلکہ یہ باور کرانا ہے کہ اگر انسان چاہے تو آج کے دور میں بھی ایک مثالی زندگی گزار کر بعد میں آنے والوں کے لیے ہمیشہ ایک زندہ و جاوید مثال بن سکتا ہے۔ ان کی ذات یقیناً ہم سب کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر اس شخص کے لیے قابلِ تقلید ہے جو ایک کامیاب اور بھرپور مثالی زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے۔ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین۔

☆☆☆☆☆

(۲)وفا کا پیکر

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا یوسف نقشبندی مدظلہ العالی

کوئی انسان ہمیشہ نہیں رہا۔خوش قسمت ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں اللہ کی بندگی اور غلامی مصطفیٰ ﷺ کو اختیار کیا۔

''الموت جسر یوصل الحبیب الی حبیبہ ''''موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملاتی ہے۔'' قبلہ قاری صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ایک بات میں نے دیکھی ہے وہ کسی اور میں نہیں دیکھی۔

جب قبلہ سید زاہد علی شاہ صاحب کا وصال ہوا سید ہدایت رسول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت چھوٹے تھے اور سارا انتظام و انصرام حضرت علامہ مولانا قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی ایمان داری سے سنبھالا اور سید زاہد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کی کفالت کی۔جب سید ہدایت رسول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے پڑھ کر آئے تو فوراً قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ سارے کا سارا مدرسہ شاہ صاحب کے سپرد کر دیا۔اپنی مثال آپ ہیں اور قاری صاحب نے ۸۲ سال عمر پائی۔

حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا رسول خدا! بہتر عمر کون سی ہے فرمایا: ''جس کی عمر لمبی ہو، نیکی، پارسائی، پرہیزگاری پر مشتمل ہو۔'' قاری صاحب کا عمل گواہی دیتا تھا کہ آپ عاشق رسول ﷺ ہیں۔اللہ تعالی پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

(۳) شریعت کا پابند

حضرت علامہ مولانا مفتی شہباز علی قادری

صدر مدرس، دارالعلوم نوریہ رضویہ فیصل آباد

ایک ایسی ہستی کا ذکر کرنے جا رہا ہوں جو ہماری زندگی کا ساتھ اور میرے بے شمار ساتھیوں کا ساتھی اور وہ آواز جو اس پورے ادارے میں ایک ہی شخص کی گونجتی رہتی تھی۔ وہ آواز ٹھنڈی ہواؤں میں، پُر فضا اداؤں میں، رحمتوں کی گھٹاؤں میں، ہمیشہ پُر سکون رہے گی۔

محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیضانِ نظر ہے کہ پوری زندگی قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی حق بات کہنے میں عار محسوس نہیں کی۔ دارالعلوم نوریہ رضویہ میں ساڑھے چار سو کے قریب طلباء پڑھتے ہیں۔ قبلہ قاری محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی، کسی بھی طالب علم کو یہ اجازت نہیں دی، مسجد سے گذرنے نہیں دیا، مسجد کو گذرگاہ نہیں بننے دیا اور کسی کو بھی مسجد کے صحن میں کپڑے خشک کرنے نہیں دیتے۔ کسی بھی طالب علم کو بیت الخلاء میں ننگے سر نہیں جانے دیا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی اگر کوئی واقف، ناواقف، علامہ آیا ہے۔ اگر ان میں سے کسی نے دفتر میں داخل ہونے سے پہلے السلام علیکم نہیں کہا تو آپ فرماتے دوبارہ جاؤ اور نبی پاک ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے السلام علیکم پڑھو۔

اللہ تعالیٰ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

(۴) علمائے دین۔ نعمت کبریٰ

حضرت پیر پروفیسر محبوب حسین

(آستانہ عالیہ پیر بل شریف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علم ختم ہونے سے پہلے حاصل کرلو، صحابہ کرام نے عرض کیا یا نبی اللہ! علم کیسے چلا جائے گا ہمارے پاس تو کتاب اللہ ہے۔'' راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غصہ نہ دلائے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری مائیں تمہیں کھودیں کیا بنی اسرائیل میں تورات وانجیل نہ تھی، انہوں نے ان کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ معلوم ہوا محض کتابوں کا ہونا کافی نہیں بلکہ دین وشریعت کی ترویج، تبلیغ، اشاعت اور عمل وعقیدہ کی اصلاح کے لیے علماء کرام کا وجود ضروری ہے۔ انہی علماء کی لڑی میں ایک سچے عاشق رسول عالم دین حضرت علامہ مولانا قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۱۹۶۵ء سے چند عرصہ پہلے فیصل آباد میں میرے قریبی دوست نے مجھے مشورہ دیا آپ علم حاصل کرنے کا ذوق رکھتے ہیں اور بنیادی علوم میں فارسی زبان کا بڑا کردار ہے لہذا کیا ہی اچھا ہے کہ فارسی زبان سیکھی جائے۔ اس حوالے سے دارالعلوم نوریہ رضویہ میں ایک ایسی شخصیت موجود ہیں جنہیں فارسی پر بڑا عبور حاصل ہے۔ یقین جانیے موصوف کی شخصیت پر جب پہلی نگاہ پڑی ایمان تازہ ہو گیا۔ ان کی بات پر عمل کرتے ہوئے ۱۹۶۵ء میں، میں نے دارالعلوم نوریہ رضویہ میں داخلہ لیا، اس وقت میرے ساتھ علامہ نصر اللہ معینی بھی تھے اور فارسی کے اسباق حضرت علامہ مولانا قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کا آغاز کیا۔ آپ نے اعلیٰ نہج پر فارسی کے

اسباق پڑھائے۔ موصوف نے اتنی شفقت فرمائی کہ روزانہ قاری صاحب سے دن میں اسباق پڑھنے کے علاوہ اُن کی صحبت میں کئی گھنٹوں تک بیٹھا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا میں نے فارسی ادب میں مہارت حاصل کر لی اور پوری زندگی فارسی کی دیگر بنیادی کتب پڑھنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ موصوف جہاں علمی طور پر مضبوط تھے وہاں ایک بہت بڑے صابر انسان بھی تھے۔ ایک دفعہ پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے محبت بھرے انداز میں کسی موقع پر غصے کا اظہار فرمایا تو موصوف نے ادب کا دامن نہ چھوڑا بلکہ گردن جھکائے رکھی۔ مجھے فخر ہے کہ میرے استاد قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قاری صاحب کو حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

☆☆☆☆☆

(۵) حضرت مولانا قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

چیئرمین شعبہ عربی، منہاج یونیورسٹی لاہور

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے ایک صاحب قال وحال شخصیت تھے، آپ کے علم وعمل، زہد وتقوی اور سوز وگداز کے حوالے آپ کے شاگرد حضرت مولانا عبدالغفار ظفر صابری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض ایمان افروز باتیں سنائی تھیں جوان شاء اللہ کسی اور وقت ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کروں گا، فقط ایک بات ذکر کرنا چاہوں گا کہ حضرت مولانا عبدالغفار ظفر صابری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ حضرت محدث اعظم پاکستان چشتی صابری ہونے کے باوجود قوالی سننے سے گریز فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: "اگر ہم قوالی سنتے ہوتے تو ہمارا ڈیرہ جنگلوں میں ہوتا۔" اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے سینے میں سوز وگداز کی کیا کیفیت تھی۔ آپ نے ہمیشہ سکر پر صحو کو غالب رکھا۔ ورنہ پاکستان کے کونے کونے میں آپ نے علم اور عشق خدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو روشنی اور خوشبو پھیلائی وہ شاید نہ پھیلائی جا سکتی۔ آپ نے اپنے جس شاگرد کو جہاں بٹھایا اسے وہاں سے آندھی، طوفان یا مخالفت کے تندوتیز تھپیڑے ہلا نہ سکے۔ اللہ تعالی نے حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کی بدولت آپ کے تلامذہ کے بے سروسامانی میں وسائل بھی عطا فرمائے، اس طرح آپ کے تلامذہ دینی تعلیم کے فروغ کے لئے افرادکار کی تیاری میں شامل ہو گئے۔

حضرت سید زاہد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے عظیم استاد

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۵۷ء میں دورہ حدیث مکمل کیا تو حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس ہونہار شاگرد کو فیصل آباد کے ایک علاقے گلبرگ میں تعلیم وخدمتِ دین پر مامور فرمایا، جہاں حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۸ء میں بغدادی مسجد اور جامعہ نوریہ رضویہ کی بنیاد رکھی، آپ نے حضرت سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کرتے ہوئے جہاں ڈھیروں دعاؤں اور نصیحتوں سے نوازا وہیں اپنے شاگرد قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ کے ہمراہ بھیجتے ہوئے فرمایا: ''یہ بھی آپ کے ساتھ رہیں گے۔'' جو کہ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۷ء تک جامعہ رضویہ، جھنگ بازار میں حضرت سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے تھے، چنانچہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے حکم کے مطابق آپ کے یہ دونوں شاگرد خدمت دین میں مصروف ہوگئے، لوگوں کو حضرت محدث اعظم پاکستان کی اس مؤمنانہ فراست کا اندازہ اُس وقت ہوا جب ۱۹۷۸ء میں حضرت سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، اس وقت آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید ہدایت رسول قادری کم عمر (غالباً ۱۳ ریا ۱۴ رکے) تھے، تب قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بغدادی مسجد اور جامعہ نوریہ کے معاملات کو نہایت دیانتداری اور ذمہ داری سے دیکھنا اور چلانا شروع کیا، سید ہدایت رسول قادری صاحب کو قاری کے بعض اسباق بھی پڑھائے، پھر حضرت شاہ صاحب کو دینی تعلیم کے لئے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخل کروایا، جہاں آپ نے تین سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن، لاہور میں داخلہ لیا، تعلیم مکمل کرنے کے بعد کچھ عرصہ وہیں تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیئے، اس دوران قاری محمد صدیق قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نوریہ رضویہ نہایت ذمہ داری اور دیانتداری سے چلاتے رہے، اسی بنا پر حضرت سید ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت

اطمینان سے لاہور میں رہ کر نہ صرف اپنی تعلیم مکمل کی بلکہ سات سال جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور میں کامیاب تدریس بھی کی جسے ان کے تلامذہ آج بھی یاد کرتے ہیں، پھر جب حضرت سید ہدایت رسول قادری جامعہ اسلامیہ لاہور سے جامعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد واپس آئے تو قاری محمد صدیق قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ نوریہ رضویہ کا انتظام وانصرام حضرت سید ہدایت رسول قادری کے حوالے کر دیا جب آپ نے تدریسی اور انتظامی ذمہ داریاں سنبھالیں، حضرت سید صاحب نے عمر بھر اپنے والد گرامی کے رفیق کار قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محبت اور احترام کا تعلق برقرار رکھا جن کے دفتر کے باہر آج بھی ناظم اعلیٰ جامعہ نوریہ رضویہ کی حیثیت سے اُن کے نام کی تختی آویزاں ہے۔ عظیم باپ (حضرت سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کے عظیم بیٹے (پر حضرت سید ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے والد کے وفا شعار دوست اور رفیق کار کے ساتھ محبت اور احترام پر مبنی تعلق نبھانے کی نہایت عمدہ عملی مثال قائم کی۔ مولانا قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ زمانہ طالبعلمی میں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۷ء تک تقریباً چھ سال نہایت عقیدت اور محبت کا تعلق اور ساتھ رہا، پھر جامعہ نوریہ رضویہ میں ۱۹۵۸ء سے ۱۹۷۱ء تک تقریباً انیس سال تعلق کسی بدمزگی کے بغیر برقرار رہا۔ جبکہ حضرت سید ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رفیق کار کی حیثیت سے ۱۹۷۱ء سے ۲۰۲۰ء تک تقریباً بیالیس سال، محبت و نیازمندی پر مشتمل تعلق برقرار رہا۔ حضرت سید ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے موقع پر میں جامعہ نوریہ حاضر ہوا تو ہمارے فاضل دوست جناب عثمان صدیقی مجھے اپنے والد گرامی مولانا قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور مجھے ان کے

سامنے کر کے پوچھا: ''ابا جی یہ کون ہیں؟'' تب انہوں نے چند منٹ میرا چہرہ دیکھنے کے بعد کہا: ''یہ علامہ شرف صاحب کے بیٹے لگتے ہیں۔'' وہ چل پھر نہیں سکتے تھے مگر میں تقریباً بیاسی سال کی عمر میں ان کی قوت حافظہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ان کے مزاج اور چہرے میں جو تروتازگی دیکھی وہ بھی قابل رشک تھی، ایسی شگفتگی ریٹائرڈ بیوروکریٹس کو بھی نصیب نہیں ہوتی، یہ سب کچھ تو دین اور سادات کی نسبتوں کا مظہر تھا۔ محترم عثمان صدیقی صاحب نے اپنے والد گرامی کے حوالے سے بتایا: ''وہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمدرس تھے، ان دونوں حضرات نے شارح بخاری حضرت علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے صرف کے کچھ اسباق پڑھے تھے۔'' انہوں نے مزید بتایا: ''والد گرامی جب بھی لاہور جاتے حضرت شرف صاحب سے ضرور ملتے اور ہمدرس ہونے کے باوجود جھک کر ملتے تھے، دوسری طرف حضرت شرف صاحب بھی بہت محبت سے ملتے تھے۔''

اللہ کریم محبت اور اخلاص کے پیکر حضرت مولانا قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات اور سادات سے ان کی نیازمندی اور محبت کو قبول فرمائے اور مغفرت سے شادکام فرمائے۔ اور انہیں برزخی زندگی میں دین اور سادات سے محبت کی برکتیں اور بہاریں عطا فرمائے، قیامت کے دن آقائے دوعالم ﷺ کی شفاعت سے سرفراز فرمائے۔ نیز انہیں سادات کے ساتھ نیازمندی کی اس نسبت کے طفیل جنت الفردوس میں بھی ان حضرات کی سنگت عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

(۲)عظیم باپ

قاری محمد فاروق قادری

(فرزند ارجمند قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ)

جب آنکھیں کھولیں تو ابا جی حضور کو سر بسجود دیکھا نماز فجر تا بعد از نماز عشاء صبح استراحت تک بس یہی آوازیں ابا جی کے دہن مبارک سے سنائی دیں اللہ اکبر سبحان اللہ ماشاء اللہ استغفر اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم.

ایک دن میں نے ابا جی سے پوچھا ابا جی آپ کا جسم روئی کی طرح ملائم ہے اس کی کیا وجہ ہے ابا جی مسکرائے اور فرمانے لگے بیٹا پانچ وقت نماز تازہ وضو کے ساتھ پڑھو تمہارا جسم بھی نرم ہو جائے گا۔

ابا جی نے پوری زندگی کسی بھی طرح کا کوئی بھی کیمیکل جسم کے کسی بھی حصے پر نہیں لگایا تھا۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ وضو ہو یا نہ ہو آپ نے ہر نماز تازہ وضو کے ساتھ ہی پڑھی۔ ابا جی ایمانداری، دیانت، صداقت، خودداری کا پیکر تھے۔ آپ کی دین محمدی ﷺ سے بے انتہا محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔

برادر اکبر جناب محمد رفیق (امریکہ) نے ایک بہت بڑا گھر ابا جی اور امی جی کیلئے خریدا اور چابیاں قدموں میں لا کر پیش کیں۔ ابا جی نے قبول فرماتے ہوئے بہت دعائیں دیں اور چابیاں یہ فرماتے ہوئے واپس کر دیں کہ بیٹا میں اور تمہاری امی تم سے راضی ہیں مگر میں اپنے طلباء، دارالعلوم نوریہ رضویہ اور بغدادی جامع مسجد سے دور نہیں رہ سکتا۔

میں نے اپنی پوری زندگی میں کوئی بھی ابا جی جیسا ایماندار اور اس طرح دین کے ساتھ مخلص انسان نہ دیکھا جو تڑپ دین کی نسبت اور مخلوق خدا کی خدمت کی نسبت

ابا جی کے اندر تھی اس کی گواہی لاکھوں لوگ دے سکتے ہیں۔

ابا جی نے ہر چیز دار العلوم نوریہ رضویہ پر قربان کر دی جو ڈیوٹی حضور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے ذمہ آج سے ۶۲ر سال پہلے لگائی تھی، بس اسی ڈیوٹی کو دیتے ہوئے آپ نے وفادار شاگرد ہونے کا حق ادا کر دیا اور خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ نے جو محبت اور ادب حضور پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے کیا وہ بھی کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ جس طرح سے شاہ صاحب کے وصال کے بعد آپ نے شاہ صاحب کے ۶ر صاحب زادوں کی کفالت کی اور حضور سید ہدایت رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے زیر سرپرستی تعلیم مکمل کی اور بعد ازاں جب آپ کی تعلیم مکمل ہو گئی تب آپ کو ابا جی نے نہ صرف جمعہ پڑھانے کی ذمہ داری دی بلکہ مہتمم اعلیٰ کے منصب پر بھی فائز کر دیا۔

بعد ازاں جب حضور سید ہدایت رسول رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو ابا جی نے سب سے چھوٹے بیٹے سید شفاعت رسول کو مسند پر فائز کر دیا۔ یہ ابا جی کی حضور پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ سے محبت عقیدت ادب اور وفاداری کا والہانہ ثبوت ہے۔ ایک دن میں اپنے بچوں سمیت ابا جی کی خدمت میں تھا تو میں نے ابا جی سے عرض کی ابا جی مجھے کوئی نصیحت کریں ابا جی فرمانے لگے بیٹا فاروق اپنی بیوی اور بچوں کا خیال رکھا کرو رزق حلال کھاؤ اور ٹائم پر گھر آ جایا کرو۔ ابا جی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ پیار کرتے تھے اور حدائق بخشش سے اکثر و بیشتر نعتیں پڑھتے اور میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی سیف الملوک اکثر آپ کے دہن مبارک سے سننے کا شرف حاصل ہوا۔

واقعہ:

ابا جی کے وصال کے ٹھیک ۲۴ گھنٹے کے بعد ایک نجیب الطرفین سید نعیم نقشبندی جو میرے بہت نزدیک کے ساتھی ہیں میرے گھر (امریکہ) میں تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ میں نے ختم قادریہ با آواز بلند پڑھنا شروع کیا اور پھر کچھ اس انداز سے درود تاج پڑھا کہ اس سے پہلے کبھی بھی اس کیفیت کے ساتھ نہیں پڑھا۔ بہت روتے ہوئے دعا کی۔ جب ہم سب دعا سے فارغ ہوئے تو سید نعیم نقشبندی نے با آواز بلند کچھ اس انداز سے رونا شروع کر دیا کہ ہم سب یہ سمجھ بیٹھے کہ جیسے آپ کی روح قبض ہو رہی ہو آپ نے اپنے دل کو تھاما ہوا ہے اور سانس لینے میں رکاوٹ ہو رہی تھی ہم سب لوگ بہت گھبرا گئے کہ یا اللہ! خیر یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے۔ خیر پانی پینے کے بعد جب آپ کی طبیعت سنبھلی تو فرمانے لگے کہ قاری صاحب میں نے جاگتی آنکھوں کے ساتھ آپ کے ابا جی کی زیارت کی ہے، جب آپ درود تاج پڑھ رہے تھے وہ آپ کی سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور مسکرا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ شاہ جی سب کو بتا دو میں بہت اچھی جگہ ہوں اور بہت خوش ہوں۔ نعیم شاہ صاحب فرمانے لگے قاری فاروق بھائی میں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی ایسا معاملہ نہیں دیکھا اور آپ نے پھر دوبارہ سے رونا شروع کر دیا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اس بات میں کسی نسبت مبالغہ آرائی نہیں ہے۔ ابا جی حضور اللہ رب العزت آقائے نعمت جان جاناں ﷺ کے ولی ہیں۔

اللہ پاک ابا جی حضور رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما توفیقی الا باللہ.

☆☆☆☆☆

(۷) صاحبزادہ سید شفاعت رسول قادری

مہتمم اعلیٰ، دارالعلوم نوریہ رضویہ فیصل آباد

اگر انسان اپنا جائزہ لے تو بڑا ہی غور طلب معاملہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ناراضگی ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کی رحمتوں سے دوری ہے کہ آسمان سے آفتوں کا نزول ہم دیکھ رہے ہیں۔ کچھ ایسا ہو رہا ہے، کچھ بارش کے قطرے آسمان سے گرتے ہیں اس طرح سے آفتوں کا نزول آسمان سے کسی نہ کسی شکل میں ہو رہا ہے۔ کوئی بھی مسلمان جو درد رکھنے والا ہے بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ ہم کس تنگ دور سے گذر رہے ہیں۔ یقیناً یہ وہ دور ہے کہ ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ لوگوں کو اپنے اقدار کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ پچھلے کچھ عرصہ سے بڑی تیزی کے ساتھ اللہ کے برگزیدہ نیک بندے، بزرگ ہستیاں، یادگار اسلاف، قابل تعریف ہستیاں ہمیں چھوڑ کر جا رہی ہیں اور بالخصوص اس ادارے کی ہی بات کی جائے، ہماری بہت ہی مقدس اور بزرگ ہستیاں جنہوں نے داغ مفارقت دی ان میں دارالعلوم نوریہ رضویہ کی شان۔ حضرت علامہ مولانا قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ، جو ہمارے سروں کا تاج تھے، ہمارے سروں کا سایہ تھے جن کے دم سے برکتیں تھیں، رحمتیں تھیں، جن کے دم سے اس ادارے میں رونقیں تھیں۔ بہت بڑا نقصان ہے، بہت بڑا صدمہ ہے کہ ہمیں ان ہستیوں کی جدائی دیکھنا پڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ہستیوں کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

(۸) عظیم استاد۔ عظیم شاگرد

پروفیسر سعادت علی سعدی
کیلیفورنیا۔ لاس انجلس، امریکہ

جناب محترم صاحبزادہ لیکچرر محمد عثمان صدیقی صاحب، آپ کے حکم سے یہ تحریر لکھنے کو ہمت بندھی کہ اِن دو ہستیوں کے بارے میں جو کہ فیصل آباد پاکستان کی قد آور روحانی دینی اور علمی شخصیات ہیں بندہ ناچیز خاکسار کم علم ہے اسی وجہ سے میں اِن گوہرِ بے بہا اور قلندرِ یکتا کے درِ معانی کو سمجھنا تو در کنار ایک لڑی میں پرونے کے قابل بھی نہیں جن کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء و فضلاء کو اپنے علم کا فور ہوتے نظر آتے ہیں۔ اِن کے بارے میں صرف شاگردان معتقدین مریدین ہی نہیں بلکہ وقت کی عالی قدر صاحبِ بصیرت ہستیاں بھی رطب اللسان نظر آتی ہیں اُن کے علم و روحانیت کی روشنی سے یہ جہاں تا قیامت روشن رہے گا۔

میرے والدِ گرامی اور شیخ کریم حضرت خواجہ محمد غلام نصیر الدین نصیر چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۸ء کو چکوال کی ایک بستی کھوکھر زیر میں پیدا ہوئے اسی شہر سے مڈل میٹرک کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد منشی فاضل اور روحانیت کا زانوئے ادب اپنے والد کریم حضرت خواجہ محمد عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ چاچڑ شریف و آستانہ عالیہ سیال شریف) سے مکمل کیا آپ نے گریجوایشن جہلم سے مکمل کی آپ کا بچپن سے ہی روحانیت سے گہرا تعلق تھا آپ کو ہمیشہ اولیا اللہ کی محافل میں بیٹھنے کا بہت شوق تھا آپ کو اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت تھی وہ ہی لائن اختیار کی اور بے پناہ ترقی پائی آپ کو بھی آستانہ عالیہ چاچڑ شریف اور آستانہ عالیہ

سیال شریف سے خرقۂ خلافت عطا ہوا آپ کے ہزاروں مریدین اور معتقدین ملک میں اور بیرونِ ملک میں موجود ہیں جو آپ سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔

ایم سی ہائی سکول کوتوالی میں بطور ٹیچر تعینات ہونے کے بعد فیصل آباد (لائل پور) ۱۹۵۳ء میں مائیگریٹ ہوئے، تین سال کے بعد ملازمت کو خیرآباد کر دیا آپ نے فیصل آباد (لائل پور) میں پارٹیشن کے بعد سب سے پہلا پرائیویٹ تعلیمی ادارہ شمسیہ نظامیہ سکول کے نام سے عبداللہ پور میں قائم کیا جس نے ایک سال کے اندر کامیابی کے جھنڈے گاڑے، اگلے سال ہی اسے کالج کا درجہ دے دیا گیا کچھ خاندانی مسائل کی وجہ سے آپ کو جناح کالونی منتقل ہونا پڑا وہاں آپ نے بدر کالج کی بنیاد ڈالی۔ اسی ادارہ میں جناب حضرت مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ناظمِ اعلیٰ دارالعلوم نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ کالونی فیصل آباد) نے میرے والدِ گرامی کی شاگردی میں منشی فاضل کا امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کیا میرے پاس بات کا انکشاف اس وقت ہوا جب میں ۲۰۱۴ء میں اپنے والدِ گرامی کو ڈاکٹر صاحب سے چیک اپ کروانے کے سلسلہ ساحل ہسپتال شیخوپورہ روڈ لے کر گیا، اسی ہسپتال میں حضرت مولانا کے بیٹے محترم لیکچرر محمد عثمان صدیقی صاحب اپنے والدِ گرامی کو لے کر آئے ہوئے تھے، استاد شاگرد کا جب آمنا سامنا ہوا تو دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا دونوں کی یہ ملاقات دیدنی تھی۔ حضرت مولانا محمد صدیق قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے والد صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا بار بار ہاتھ کے بوسے لے رہے تھے، ساتھ ساتھ اپنے زمانہ طالب علمی کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ ہم الوداع ہوئے میرے والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے راستے میں ہمیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا کہ

اس وقت ہم دونوں کا جوانی کا وقت تھا ہمارا استادی شاگردی کے علاوہ دوستانہ تھا ہم گھنٹوں اکٹھے بیٹھے رہتے پورا پورا وقت اولیاء اللہ کے بارے میں گفتگو کرتے رہتے اور ایک دوسرے کے قلوب کو گرماتے رہتے ہم محافل کا اہتمام کرتے اور پرُ جوش انداز میں اس میں حصہ لیتے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مقامی تھے اور ان کا انداز محافل میں بڑا عاجزانہ پرُ جوش اور عشاق والا ہوتا تھا اُن کی کوشش ہوتی تھی کہ محافل کے تمام کام اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیں، اپنے اسباق میں بھی دیگر طلباء میں بہت نمایاں تھے۔ میرے والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۰۱۵ء میں اس جہانِ فانی سے پردہ فرمایا بعد میں مجھے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے تقریباً تین بار ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا، میں نے جب بھی آ کر ملاقات کی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محبت کے ساتھ والہانہ استقبال کیا۔ اتنے بڑے عالم اور بزرگ ہونے کے باوجود اس حد تک احترام کیا کہ مجھے خود شرم آنے لگی آپ فرمانے لگے آپ کی آمد سے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرے استادِ محترم آ گئے ہیں وہ یہ سب مجھ ناچیز سے کر کے اپنا روحانی سکون حاصل کر رہے تھے میں نے اپنی زندگی میں ایسا استاد اور ایسا شاگرد نہیں دیکھا ۲۰۱۵ء میں میرے والدِ گرامی نے رحلت فرمائی۔ ۲۰۱۷ء میں، میں امریکہ آ گیا۔ میرے والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک میرے دادا جی حضور رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دربار عالیہ رحمٰن شریف سنت سنگھ والا نزد منصور آباد میں ہے۔ یہ ہر خاص و عام کے لیے رشد و ہدایت کا باعث ہے حضور اسے تا قیامت آباد رکھیں اور ہمیں ان عالی قدر بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

☆☆☆☆☆

(۹) مثالی ناظم اعلیٰ

قاری محمد علی اکبر نعیمی

ناظم اعلیٰ، النعیمیہ انٹرنیشنل قراءت اکیڈمی، اسلام آباد

''ملک میں اس طرح کا ناظم اعلیٰ میں نے کسی دوسرے مدرسہ میں نہیں پایا۔''

میرے درس نظامی کے استاذ اور ہزاروں علماء و مشائخ و قراء کے استاذ ممتاز عالم دین ولی کامل قاری محمد صدیق قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ناظم اعلیٰ دار العلوم نوریہ رضویہ بغدادی مسجد گلبرگ A فیصل آباد کی زندگی خدمت قرآن، تقوٰی اور عشق مصطفیٰ سے عبارت تھی۔

منشور زندگی کے دو نکات:

نمبر۱: مقامِ مصطفیٰ کا تحفظ

نمبر۲: نظام مصطفیٰ کے مطابق سنتِ مصطفیٰ کی پیروی کرتے ہوئے زندگی گزار دی۔ آپ نے محدث اعظم پاکستان کے شاگرد ہونے کا حق ادا کر دیا۔ جامعہ نوریہ رضویہ میں طلباء کی ایسی تربیت کی جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔

میں حضرت قاری محمد صدیق قادری علیہ الرحمہ کے سایہ میں ۱۱ سال تک تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہا ۱۹۸۲ء میں آپ کی خواہش اور قبلہ قاری محمد دین نعیمی علیہ الرحمہ کی تجویز پر مکمل شعبہ تجوید کورس جاری کیا گیا اور مجھے استاد مقرر کر دیا گیا اس سے قبل اور بعد بھی تجوید اور ہر شعبہ باکمال تھا مگر شعبہ تجوید کو اعلیٰ اہمیت و مقام دیا اور حوصلہ افزائی کی۔ حضرت قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ نے دکھاوا، ریاکاری سے پاک زندگی گزاری۔ جامعہ نوریہ رضویہ میں روحانیت حضرت علامہ پیر سید زاہد علی

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے بعد آپ میں تھی آپ نے دارالعلوم کو انہی خطوط پر چلایا ۔امید ہے ان کے جانشین بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی اور محدث اعظم پاکستان کے افکار کے مطابق چلائیں گے۔

میں تقریباً ۱۹۷۳ء سے ان سے وابستہ ہوا تادم آخر وابستہ رہا آئندہ بھی ان کی اولاد کے ساتھ وابستہ رہوں گا۔وہ اکابرین کے طریقہ پر سختی سے پابندی کرتے کرواتے رہے سینکڑوں واقعات ہیں جو اس مختصر تحریر میں بیان نہیں ہو سکتے وہ کسی بھی مٹھ سے کم داڑھی رکھنے والے کو مدرسہ سے خارج کر دیتے تھے شریعت کی مکمل پابندی کرواتے تھے ماڈرن سسٹم اور روشن خیالی نعروں سے محفوظ رہے۔

ایک دفعہ ایک خوش آواز طالب علم مشتاق احمد نعیمی کو داڑھی کٹوانے پر مدرسہ سے خارج کر دیا میں نے سفارش کی کہ اس کو معاف کر دیں آئندہ داڑھی نہیں کٹوائے گا پھر شیخ الحدیث مولانا حنیف القادری علیہ الرحمہ اور قاری محمد دین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے سفارش کی مگر قاری محمد صدیق قادری صاحب علیہ الرحمہ نے قانون کی پابندی کی۔میں اس طالبعلم کو اپنی مسجد بہار مدینہ عبداللہ پور لے گیا وہاں پڑھاتا رہا جب اس کی داڑھی پوری ہوگئی تو میں قاری مشتاق نعیمی کو واپس لایا اور پھر انہوں نے داخل کر لیا وہ قاری مشتاق نعیمی بعد میں جامعہ نوریہ کا ہیرو بن گیا۔اس واقعہ سے ہی آپ اندازہ لگالیں کہ جامعہ نوریہ کو کن خطوط پر چلانا چاہیے۔

قاری محمد صدیق قادری صاحب ،حضرت پیر سید زاہد علی شاہ صاحب کی طرح ہمیشہ نماز باجماعت میں عمامہ شریف باندھ کر شامل ہوتے کبھی سر ننگا نہیں رکھا۔جملہ بالواسطہ اور بلاواسطہ شاگردوں کو ان کے تقوی والے طریقے کو اپنانا چاہیے

ان کے تقوی اور محنت سے تا قیامت فیضان جاری رہے گا ان کا فیضان ہزاروں علماء و مشائخ وقراء کے ذریعے پوری دنیا میں جاری ہے ان شاگردوں میں سے ایک فقیر بندہ ناچیز نے ۳ سال جامعہ نوریہ رضویہ میں تدریس کی۔

۱۹۸۸ء میں فقیر بندہ ناچیز نے عالمی ایوارڈ حاصل کیا پورے ملک میں حوصلہ افزائی کی گئی اور استقبالیے دیے گئے حضرت علامہ پیر سید ہدایت رسول قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ نے خاص تقریب کا اہتمام کیا۔ جس میں تفسیر ضیاء القرآن کا تحفہ پیش کیا۔

روزانہ لاکھوں قرآن پڑھنے اور خدمت قرآن کا ثواب قاری محمد صدیق قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچ رہا ہے اس سے بڑی ولایت اور کیا ہوگی۔ اللہ تعالی آپ کو اعلی علیین میں مقام عطا فرمائے۔



(۱۰) استاذ العلماء حضرت مولانا قاری محمد صدیق نور اللہ مرقدہ

ڈاکٹر آصف رضا قادری
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

سرزمین لائل پور میں شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بیسویں صدی کے نصف اخیر میں عشق رسول اور محبت مصطفی ﷺ کا جو گلستان آباد کیا تھا۔ بلاشبہ اس کے برگ و بار نے صرف اس سرزمین میں ہی نہیں بلکہ پورے وطن عزیز اور اطراف عالم میں محبت رسول کی خوشبو پھیلائی اور عشق مصطفی ﷺ کی مہکار کو چہار دانگ عالم میں پھیلا کر اس دہر کو تجلیات اسم احمد سے اجالنے کی بھرپور اور توانا کوشش کی۔

محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی اصل کرامت اپنے تلامذہ اور شاگردوں کو مقام "شبانی" سے اٹھا کر منصب "کلیمی" پر فائز کرنا تھا، گویا وہ اقبال کے اس شعر کا مصداق تھے۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

آپ اپنے شاگردوں اور مستفیدین میں خوف خدا، عشق مصطفیٰ اور دین کی خدمت کا وہ ولولہ پیدا کر دیتے کہ ان کے شاگرد جہاں بیٹھتے اک تازہ بستی آباد ہوتی اور اک نیا جہان وجود میں آجاتا اور پھر شمع سے شمع روشن ہونے کا وہ بابرکت سلسلہ شروع ہوتا جو ان شاء اللہ "لیظهره علی الدین کله" کے ظہور کامل تک جاری رہے گا۔

بغدادی جامع مسجد گلبرگ فیصل آباد کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ یہاں محدث اعظم پاکستان کے دو ہونہار شاگرد حضرت علامہ پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اور ہمارے ممدوح حضرت، حضرت مولانا قاری محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ اپنے عظیم استاد کے حکم پر فروکش ہوئے اور دارالعلوم نوریہ رضویہ کی شکل میں اہلسنت والجماعت کو وہ بابرکت اور مؤثر تعلیمی ادارہ عطا کیا جس سے اب تک بلاشبہ ہزاروں کی تعداد میں علماء، حفاظ اور قراء فیض یاب ہو کر دین متین کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔ حضرت قاری رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کو قسام ازل نے گوناگوں تدریسی اور انتظامی صلاحیتوں سے بہرہ مند کیا تھا اور انہوں نے اپنی تمام ترکسبی اور وہبی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر دارالعلوم نوریہ رضویہ کو صاحبزادہ پیر سید ہدایت رسول رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں نہ صرف فیصل آباد بلکہ وطن عزیز کے اہم دینی اداروں کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ حضرت قاری صاحب مرحوم بلاشبہ ان معماران قوم میں سے تھے جو اپنا تن، من، دھن آنے والی نسلوں کی فکری اور عملی تربیت کے لیے وقف کر دیا کرتے ہیں، یہ وہ ہستیاں ہیں جو اپنے لیے نہیں بلکہ آنے والی نسلوں اور امت کے لیے شجرہائے سایہ دار فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ زمانے کی حدت وتمازت سے اس سائے میں پناہ لے سکیں۔ حضرت قبلہ قاری صاحب نے اپنے روحانی بیٹوں کے علاوہ حقیقی اولاد کو بھی دین ودنیا کے علوم سے آراستہ کیا۔ اب ان کی اگلی نسل خصوصاً برادر مکرم پروفیسر محمد عثمان صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے والد گرامی کے علمی اور تدریسی سلسلے کو جاری رکھیں۔ اللہ پاک انہیں اس کی ہمت وتوفیق ارزانی فرمائے اور ''الولد سر لابیہ'' کا حقیقی مصداق بنائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

(۱۱) یادِ ماضی

بندۂ غوث الوریٰ ڈاکٹر محمد عبدالقوی نوشاہی اویسی بغدادی
دار العلوم نوشاہیہ رضویہ، فیصل آباد

یادگار اسلاف، جامع معقول و منقول، استاذ الاساتذہ، فخر الجابذہ حضرت علامہ مولانا قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ یکتائے روزگار استاذ، مربی اور عالم روحانیت کے۔۔۔نیرّ تاباں تھے۔ آپ بہت نفیس، ملنسار، میٹھے اور خوب صورت و سیرت انسان تھے۔ علم و فضل، عبادت و ریاضت، تواضع و انکساری اور شفقت و خلوص کے پیکر جمیل تھے۔ خلاق عالم نے آپ کو زبان کی کمال حلاوت و شیرینی سے خوب خوب نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عوام سے لے کر تلامذہ تک ہر شخص آپ سے حد درجہ مانوس تھا۔ آپ کی صحبت سے احساسِ اپنائیت اجاگر ہوتا تھا۔ درحقیقت آپ ماں کی دعاؤں کی طرح مخلص تھے، آپ کے سنگ گذرے لمحے کبھی یادوں سے اوجھل نہیں ہوں گے اور آپ کی صحبتوں اور توجہات کی خوشبوئیں شام ہستی کو عطر بار کرتی رہیں گی۔

جہاں تک دار العلوم نوریہ رضویہ کے نظم و ضبط، معیار تعلیم اور یادگار درس گاہ بننے کا تعلق ہے اس سلسلے میں بھی آپ کی مساعی جلیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ دراصل یہ سب علامہ قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سید ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حسین امتزاج کا ثمر ہے۔ جس کی مثال یوں ہے کہ گویا نوریہ رضویہ ایک برج علم ہو جس میں دو ستارے صدیق اور ھدایت قران السعدین میں تھے اور انہی دو ستاروں کا قران نوریہ رضویہ کی سعد بختی کا سبب بنا۔

پس آپ نے نوریہ رضویہ کے سنگ وخشت کے سائے تلے بیٹھ کر دین اسلام کا پیغام وطن عزیز کے مدن ومضافات تک کمال جانفشانی سے پہنچایا۔ پس آپ ایک شجر سایہ دار تھے جس کی گھنی چھاؤں میں نہ جانے کتنے لوگ راحت وآرام پاتے تھے۔

؎ رُکے تو چاند، چلے تو ہواؤں جیسا تھا
وہ شخص دھوپ میں بھی چھاؤں جیسا تھا

آپ کے داغ مفارقت سے آج نوریہ رضویہ کی فضا سوگوار ہے۔ لگتا ہے کہ ان کے جانے سے ساری رونقیں انجانی سمت سمٹ گئی ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آخر میں ختام مسک کے طور پر ایک اور بات قابل ذکر سمجھتا ہوں، وہ یہ کہ آپ کا آخری دیدار دیدنی تھا، چہرہ تبسم ریز اور کمال روشن تھا۔ احساس یہ تھا کہ جیسے کوئی فانوس کہربائی ان کے رخ پر کسی خاص رخ سے معین ہو، لیکن نہیں وہ تو بغدادی پارک میں دن کے ماحول میں آفتاب نیم روز کی فقط تمازت آمیز عام شعاعیں ہی تھیں۔ دراصل ان کی زندگی کا ماحصل نور تاباں بن کر ان کے چہرے پر چمک رہا تھا۔

بقول درویش لاہوری:

؎ نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم اوست

☆☆☆☆☆

(۱۲) محسنِ اہل سنت

محمد حبیب احمد سعیدی
فاضل دار العلوم نوریہ رضویہ فیصل آباد

؎ زمین میلی نہیں ہوتی زمن میلا نہیں ہوتا
محمد کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

سال ۲۰۲۰ء میں اہل سنت کے بہت سے جید اور نامور علماء کرام، مشائخ عظام اور اہلسنت کی کئی محبوب شخصیات ہم سے جدا ہو گئیں۔ پیر طریقت حضرت صاحبزادہ سید ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام محمد سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید کبیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالتواب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرزاق بھترالوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ابھی ہم حضرت صاحبزادہ سید ہدایت رسول شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے غم میں ہی مبتلا تھے کہ محسن اہلسنت۔ عالم باعمل حضرت مولانا قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ جامعہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد ہم سب کو داغ مفارقت دے کر راہی ملک عدم ہوئے۔

۱۹۷۷ء سے لے کر ۲۰۲۰ء تک میں نے اپنے مربی و محسن، مشفق و مہرباں، شفقت بے کراں، قاسم اُلفت مصطفیٰ استاذی مکرم حضرت مولانا قاری محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ مکرم اساتذہ کرام، علماء و مشائخ اہلسنت کا انتہائی مؤدب، فرمانبردار پایا۔ آپ شریعت کے پابند، مصلح و مبلغ اور داعی الی الخیر تھے۔ آپ علماء، طلباء، خطباء اور عوام الناس کی بروقت یکساں تربیت فرماتے۔ آپ حضور محدث

اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے محب اور عاشقِ صادق تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بڑے ذوق وشوق سے محافل اور جمعۃ المبارک کے اجتماع میں پڑھتے، جب کبھی آپ کے سامنے حضور محدث اعظم پاکستان کا تذکرہ ہوتا تو آپ مصروفیات چھوڑ کر ہمہ تن گوش ہو کر سنتے اور بعد میں مختصر الفاظ میں تائید فرماتے۔ آپ اہلسنت کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد کے پہلے اور تاحیات ناظم اعلیٰ رہے۔ حصول علم کے بعد اپنی حیات مستعار حضور مبلغ اسلام حضرت مولانا پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں گذاری۔ آپ خوش اخلاق، ملنسار، فرض شناس، خود دار، درویش منش اور اہلسنت کا درد رکھنے والے انسان تھے۔

آپ کے ادارہ کے فاضل اور آپ سے فیض یافتہ علماء، خطباء، قراء اور حفاظ کرام کی تعداد ہزاروں میں ہے جو ملک کے طول وعرض۔ چاروں صوبوں کے علاوہ آزاد کشمیر اور بیرون ممالک میں دین متین کی خدمت میں سرکاری وغیر سرکاری اداروں، سکول وکالجز، یونیورسٹی، مساجد ومدارس میں مصروف عمل ہیں۔ موصوف، عالم باعمل، سنت رسول کے پیکر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بڑے احسن طریقے سے اور بروقت ادا فرماتے۔

راقم محمد حبیب احمد سعیدی حصول علم کے بعد بھی آپ کے زیر سایہ رہا۔ آپ نے ہر موقع پر تربیت اور فریضہ منصبی کا احساس دلایا۔ ۱۹۸۴ء میں بندۂ ناچیز کو آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مشاورت سے جامع مسجد غوثیہ رضویہ، گیان مل، چوک لال مل فیکٹری ایریا میں بطور امام وخطیب مقرر فرمایا اور

فرمایا یہ بزرگوں کی جگہ ہے۔ آپ نے پوری امانت و دیانت سے یہاں ڈیوٹی دینی ہے کیونکہ یہ محلّہ حضرت مولانا عبدالرشید جامی کا آبائی محلّہ ہے اور اسی محلّہ میں مبلغ اسلام حضرت مولانا پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف القادری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد معین الدین شافعی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ قادریہ رضویہ۔ کچھ عرصہ امام وخطیب رہے اور میرا پانچ صد ۵۰۰روپے ماہانہ وظیفہ مقرر فرمایا اور فرمایا پیسوں کی فکر نہیں کرنی، آپ نے ذمہ داری سے ڈیوٹی دینی ہے۔ پیسوں کی کمی نہیں ہوگی۔ بندہ نے آپ کے فرمان پر عمل کیا اور عرصہ ۲۰/سال وہاں رہا۔ آپ کی شفقت، محبت اور نگاہ کرم سے کبھی بھی اہل محلّہ کو شکایت کا موقع نہ ملا۔ اسی دوران اہل محلّہ نے کمال محبت و شفقت اور عزت افزائی فرماتے ہوئے بندہ کو ایک حج اور دو عمروں کی سعادت حاصل کرائی۔

۱۹۷۱ء کو بندہ اپنے ۲۰/ساتھیوں کے ساتھ استاذ مکرم حضرت مولانا محمد حنیف قادری کے حکم پر راولاکوٹ، آزاد کشمیر ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح پڑھانے کے لیے گیا۔ آپ نے اور استاد مکرم حضرت مولانا محمد حنیف قادری نے خصوصی دعاؤں سے رخصت کیا اور تمام ساتھیوں کو ازراہ شفقت یک طرفہ زادِ راہ پیش کیا۔ ہم راولاکوٹ پہنچ کر حضرت مولانا محمد ابراہیم کے مہمان بنے۔ رمضان المبارک کے دوسرا جمعۃ المبارک کو تمام ساتھیوں نے راولاکوٹ کی مرکزی مسجد میں حضرت مولانا قاری محمد فیض کے پیچھے نماز جمعہ ادا کیا۔ چونکہ اس وقت ٹیلی فون کی سہولت محدود تھی تو تمام ساتھیوں کی طرف ایک خوبصورت عید کارڈ خرید کر اپنی خیریت اور نماز تراویح کا ذکر کیا اور آپ کو وہ عید کارڈ ارسال کیا۔ آپ نے کمال شفقت، محبت اور دلی

جوئی فرماتے ہوئے ہمارے خط کا جواب ارشاد فرمایا۔ آزاد کشمیر سے واپسی پر سب سے پہلے ملاقات ایک قاری صاحب سے ہوئی، انہوں نے گیٹ پر ہم سب کو بتایا کہ آپ کا عید کارڈ قاری صاحب نے چار مرتبہ پڑھا ہے۔ تمام ساتھی اپنے سامان سمیت سیدھے قاری صاحب کے دفتر گئے تو اس وقت آپ کی خوشی کا منظر دیدنی تھا۔ تمام ساتھیوں نے خوشی سے دو، دو سو روپے آپ کو عید پیش کی تو شکریہ کے ساتھ واپس کر دی اور فرمایا یہ سارے پیسے آپ اپنے گھر والوں کو دیں، وہ سال بھر آپ کو خرچہ دیتے ہیں تو وہ خوش ہو جائیں گے۔ اور جب ہم دفتر سے باہر نکلنے لگے تو دوبارہ تمام ساتھیوں کو بلایا اور ایک ایک کپڑوں کا سوٹ عطا فرمایا۔

الحمد للہ مجھے دیگر اساتذہ کی طرح آپ کے سایہ شفقت میں بھی بہت قربت ملی۔ خلوت میں بھی محو گفتگو رہنے کا شرف ملا۔ میں بلا مبالغہ گواہی دے سکتا ہوں کہ استاذی مکرم دلی اعتبار سے ایک بہت ہی نرم مزاج اور درد دل رکھنے والی شخصیت لیکن عملاً تربیت کی غرض سے سونے کے چمچ اور شیر کی آنکھ دونوں کا استعمال بخوبی رکھتے تھے۔

۱۹۸۰ء کی بات ہے کہ جب استاد محترم مدرسہ فنڈ ریزنگ کے لیے بائی سائیکل پر شہر جاتے تو مجھے دفتر میں بٹھا کر جاتے، ہر مہینہ کے آخری عشرہ میں ایسا ہوتا۔ ایک دن آپ کافی تاخیر سے تشریف لائے، تقریباً رات کے دس بج چکے تھے تو آپ نے فرمایا: آپ ابھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ دفتر بند کر کے سو جاتا تھا۔ پھر فرمایا: آپ کو کون سی کتاب چاہیے، میں نے کہا حضور جو لے کر دے دیں تو آپ اسی وقت ساتھ والے دفتر گئے کیوں کہ کتب خانہ اس وقت ساتھ والے دفتر میں ہوتا تھا جس کو صوفی اللہ دتہ چلاتے تھے تو آپ نے مواعظ رضویہ کا پہلا حصہ خرید کر مجھے دیا اور اس کے پہلے صفحہ پر

لکھا یہ کتاب نا قابل فروخت ہے۔ منجانب قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ کتاب آج بھی میری لائبریری میں موجود ہے۔

ایک دفعہ جامعہ نوریہ رضویہ کے سالانہ آل پاکستان مقابلہ جات کے انعقاد کے دوران حسن قراءت کے مقابلہ میں گوجرانوالہ سے ایک قاری صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے بڑی نفیس تلاوت فرمائی۔ جب وہ دفتر میں استاد محترم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا بندۂ خدا کم از کم اپنی داڑھی تو سنت کے مطابق پوری رکھو۔ تو قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے داڑھی کے متعلق کچھ خفیف الفاظ ادا کیے۔ یہ سن کر قبلہ قاری صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا اور دفتر چھوڑ کر ہر آنے جانے والے کو بتاتے کہ دیکھو قاری صاحب نے داڑھی کے متعلق یہ کہا ہے۔ یہ کیفیت کوئی تقریباً تین چار گھنٹے رہی۔ بالآخر قاری صاحب نے معافی مانگی۔ اپنے الفاظ واپس لیے اور پوری داڑھی رکھنے کا وعدہ کیا۔ تو قبلہ استاد محترم نے قاری صاحب کی پیشانی پر بوسہ دیا اور دعاؤں سے نوازا۔

استاد محترم تواضع، عاجزی اور انکساری کے پیکر ۱۹۸۳ء سے جب استاذی مکرم استاذ العلماء زینت المیراث حضرت مولانا مفتی محمد شہباز علی قادری جامعہ ہذا بطور مدرس درس نظامی مقرر ہوئے تو آپ کی تدریسی مہارت کو دیکھ کر تمام طلباء میں ذوق وشوق بڑھ گیا۔ دیگر تمام اساتذہ بھی پہلے سے بڑھ کر محنت سے پڑھانے لگے۔ اسی اثناء ایک دن استاذ گرامی قاری محمد دین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ قاری صاحب سے فرمانے لگے دیکھو چھٹی کے بعد گھر پہنچتے ہوئے ہمارا بھوک سے کچومر نکل جاتا ہے۔ اس لیے دوپہر سے کھانے کا انتظام مدرسہ ہذا میں ہونا چاہیے۔ کسی ایک طالب علم کی ڈیوٹی لگا دی جائے کہ چھٹی سے آدھ گھنٹہ پہلے تمام مدرسین کے لیے کھانے کا انتظام کرے۔

الحمد للہ! یہ قرعہ بھی میرے نام نکلا۔ میں چھٹی سے آدھ گھنٹہ پہلے تمام اساتذہ کے لیے لوازمات کے ساتھ کھانے کا انتظام کرتا، دفتری امور میں مصروفیت کی وجہ سے قبلہ استاذ محترم اکثر لیٹ ہو جاتے اور کبھی کبھی تو تمام اساتذہ کرام اور طلباء کھانا کھا کر چلے جاتے تو استاذ محترم مجھے فرماتے طالب علموں کے جو بچے ہوئے ٹکڑے ہیں وہ تلاش کر کے لاؤ تو میں طلباء کے بچے ہوئے ٹکڑے تلاش کر کے لاتا اور استاد صاحب وہ کھاتے اور ساتھ فرماتے ان ٹکڑوں میں خدا کا نور ہے۔ یہ آپ کی عاجزی تھی۔

صابر اور شاکر:

میں نے استاذ محترم کو بیماری میں، تندرستی میں، ہر حال میں صابر اور شاکر پایا۔ میں اور میرے سینئر ساتھی حضرت مولانا قاری محمد مشتاق احمد نعیمی جب بھی قبلہ قاری صاحب کی دست بوسی کے لیے حاضر ہوتے تو عرض کرتے، حضور تھوڑا سا وقت عنایت فرمائیں۔ تو آپ کام چھوڑ کر بیڈ پر آ جاتے اور ہم دونوں ساتھی آپ کو دباتے، آپ دعائیں بھی دیتے اور ساتھ تعلیم و تلقین بھی فرماتے۔ ایک دن میرے ساتھی قاری مشتاق صاحب نے ڈرڈر کر اجازت مانگی کہ اللہ آپ کو صحت عطا فرمائے اور آپ کا سایہ تادیر اپنے بچوں پر اور ہم سب پر رہے۔ آخر ایک دن ہر آنے والے کا جانا ہے۔ ہم دونوں آپ کے شاگرد بن جاتے ہیں، اگر آپ ہم سے پہلے فوت ہو جائیں تو ہم دونوں ساتھی آپ کو غسل دیں تو آپ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور سر جھکا کر فرمانے لگے قاری صاحب تندرستی نعمت ہے تو بیماری میں شفاء ہے اور رحمت ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ اس حالت میں دین کا کام لے رہا ہے تو آپ فرمانے لگے اگر آپ علماء مجھے

غسل دیں تو یہ کتنی اچھی بات۔ یہ سعادت اللہ نے ہمیں عطا فرمائی کہ ہم نے اپنے استاد محترم کو غسل دیا اور غسل کے وقت بار بار باران رحمت شروع ہو جاتی۔ غسل کے بعد آپ کے چہرہ کی مسکراہٹ سے ایسا لگ رہا تھا جیسے ایک محب اپنے محبوب کی ملاقات کے لیے جا رہا ہو۔

اللہ کریم صاحبزادگان کو آباد و شاد رکھے۔ دین کا سچا خادم اور قبلہ استاذی مکرم کا صحیح جانشین بنائے۔

☆☆☆☆☆

(۱۳) پیکرِ اخلاص ووفا

ڈاکٹر حافظ ذوالفقار علی (فاضل دارالعلوم نوریہ رضویہ)

روئے زمین پر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اہلِ زمین کے لیے اللہ تعالیٰ کا انعام ہوتے ہیں۔ ان کے وجود سے نیکی، خیر اور بھلائی ہی پھوٹتی ہے۔ وقت کا کوئی حصہ، کوئی دَوران سے خالی نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں میں سے کسی کا دنیا سے اٹھ جانا یقیناً دنیا والوں کے لیے نا قابلِ تلافی نقصان ہوتا ہے۔ ایسے بابرکت لوگوں میں ایک نام یادگارِ اسلاف، استاذ العلماء، پیکرِ اخلاص ووفا، استاذی علامہ قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ اسم گرامی ''محمد صدیق'' کی نسبت اور برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی شخصیت میں صداقت وحق گوئی کے ساتھ ساتھ اخلاص اور وفا کی صفات بھی وافر رکھی تھیں، کیونکہ یہ دونوں صفات، صفتِ صداقت کا لازمی جز ہیں۔ یہ محال ہے کہ آدمی ''صدیق'' تو ہو مگر مخلص اور باوفا نہ ہو۔

استاذ گرامی قاری محمد صدیق قادری علیہ الرحمہ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کا مرقع تھے۔ آپ کی شخصیت گوناں گوں صفات کی حامل تھی۔ دارالعلوم اور طلبہ کی فلاح وترقی اُن کا ہمہ وقتی مطمحِ نظر تھا۔ اساتذہ اور درسِ نظامی کے طلبہ کو 'مولانا' اور حفظ کے طلبہ کو 'حافظ جی' کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ کبھی کبھار 'بیٹا' بھی کہہ لیتے۔ اگر کسی طالب علم کی غلطی پر برہم ہوئے اور اسے ڈانٹ پلانے کی نوبت بھی آ گئی تو بھی انھی الفاظ سے مخاطب کر کے اسے توجہ دلائی۔

ان کی شخصیت کا سب سے نمایاں وصف محبتِ رسول (ﷺ) تھی۔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ گویا ان کی فطرت میں رچا بسا تھا۔ جہاں کہیں آپ ﷺ کا اسمِ گرامی

یا مدینہ شریف کا ذکر آتا تو طبیعت مچل جاتی اور ایک والہانہ کیفیت طاری ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند آوازی کے ساتھ خوش الحانی اور پُر ذوق ترنم کا ملکہ خوب عطا فرمایا تھا۔ سوز و گداز سے معمور لب ولہجہ میں خود بھی موقع بموقع نعت شریف پڑھتے تھے اور خوش الحان طلبہ سے فرمائش کر کے حضور ﷺ کی نعتیں سنا کرتے تھے۔

استاد کلاس میں محنت اور دلجمعی سے پڑھا رہا ہو اور کسی طالب علم کو اونگھ آجائے تو یہ صورت کم ہی کسی استاد سے برداشت ہوتی ہے۔ تعلیم و تدریس سے وابستہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ طبیعت میں ناگواری کا آنا ایک فطری امر ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ قاری صاحب کلاس میں کسی کو اونگھتا دیکھ لیتے تو آنکھوں میں ایک مخصوص چمک اور لبوں پر مسکراہٹ آجاتی۔ اس کی طرف دیکھ کر ایک خاص آہنگ میں پڑھنا شروع کر دیتے:

ے میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صل علیٰ کہتے کہتے

کلاس کے طلبہ بھی ساتھ پڑھتے تا آنکہ وہ طالب علم باخبر ہو کر کتاب کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ اگر اس طالب علم کے چہرے پر اس کوتاہی کی وجہ سے شرمندگی کے آثار دیکھتے تو فرماتے ''مولانا! آپ کا شکریہ کہ آپ نے ہمیں نعت شریف پڑھنے کا موقع دیا۔'' یوں حکمت کے ساتھ اسے متوجہ بھی کر لیتے، شرمندہ بھی نہ ہونے دیتے اور نعت شریف کا ذوق بھی تازہ ہو جاتا۔ ایک بار شدید گرمی کے موسم میں بجلی بند تھی اور آپ مسجد کے برآمدے میں کلاس کو سبق پڑھا رہے تھے، پسینے سے شرابور مگر منصبی ذمہ داری میں پوری طرح مستغرق۔ باہر سے ہوا کا ایک فرحت آگیں جھونکا آیا تو اچانک

خاموش ہوگئے اور اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا: ''لگتا ہے یہ ٹھنڈی ہوا مدینہ شریف سے آئی ہے۔'' شہرِ محبوب سے محبت کا یہ عالم تھا۔

حد درجہ مہمان نواز تھے۔ حتیٰ کہ ادارے کے فاضلین یعنی آپ کے شاگرد بھی ملنے کے لیے حاضر ہوتے تو خاطر تواضع کے بغیر نہیں جانے دیتے تھے۔ عموماً اپنے پاس دفتر میں کھجوریں، بھنے چنے یا کوئی اور کھانے کی چیز پلاسٹک کے چھوٹے جارنما ڈبے میں رکھتے تھے۔ اگر مہمان باہر سے کچھ نہ منگوانے پر اصرار کرتا تو اسی جار میں جو ہوتا پیش کرتے۔ خود اپنے ہاتھ سے نکال کے عطا کرتے اور مہمان کو کھاتا دیکھ کے خوش ہوتے۔

دارالعلوم کے لیے آپ نے ان تھک کام کیا۔ نہ دن دیکھا نہ رات دیکھی۔ روزمرہ کے دفتری امور عموماً ہم روز ہی نمٹاتے تھے اور رات کو جب تک کام مکمل نہ ہو جاتا، آرام کے لیے نہیں جاتے تھے۔ ایک بار دفتر میں کام کرتے کرتے رات کے بارہ بجے سے کچھ اوپر وقت ہوگیا۔ جو دو تین طلبہ رضاکارانہ معاونت کے لیے دفتر میں موجود تھے، ان میں سے ایک عرض گذار ہوا: ''استاذ جی! اب آرام فرمالیں، بارہ بج گئے ہیں۔ باقی کام کل کرلیں گے۔'' اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ سامنے لگے دیوار گیر کلاک کو دیکھ کر گویا ہوئے، ''مولانا! اجے تے اِک وی نئیں وجیا، تسی بارہ گہ رئے او۔'' (ابھی تو ایک بھی نہیں بجا، آپ بارہ گہ رہے ہیں۔) پھر اپنے استاذِ گرامی محدث اعظم علیہ الرحمہ کا واقعہ سنایا کہ ''اسی طرح ایک بار رات کو ہم ان کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک طالب علم نے بارہ بجنے کی طرف توجہ دلائی تو انھوں نے جو جواب دیا، وہی آج میں نے دیا ہے۔'' اپنے کام سے جنون کی حد تک لگاؤ رکھنے والوں کا یہ انداز کتنا

نرالا ہے۔

؎ اب کہاں لوگ اس طبیعت کے

آپ کی اصول پرستی بھی مثالی تھی اور احساسِ ذمہ داری بھی۔ اگر کسی کام سے ادارے سے باہر جانا پڑتا تو باوجود ناظمِ اعلیٰ ہونے کے، ادارے کا جو رکن بھی موجود ہوتا اسے بتا کے جاتے کہ فلاں جگہ جا رہا ہوں اور اتنی دیر تک واپسی متوقع ہے۔ بلکہ دفتر کے باہر برآمدے میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے بتاتے تاکہ سب کو پتا چل جائے۔ اس دوران میں اگر سبق کا وقت آ رہا ہوتا تو کسی کے ذمے لگا کے جاتے۔ واپسی پر باقاعدہ سبق کا پوچھتے اور اگر کلاس فارغ ہوتی تو خود پڑھا دیتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ دار العلوم کے مختلف حصوں میں چکر لگاتے اور کہیں کوئی ٹیوب لائٹ، بلب یا پنکھا بے مصرف چل رہا ہوتا تو اسے بند کر دیتے اور فرماتے کہ ان طلبہ کو کیا خبر ہم مسجد و مدرسہ کے بل کیسے پورے کرتے ہیں۔

آپ کی نظر ہمہ وقت طلبہ کی اخلاقی تربیت پر مرکوز رہتی۔ موقع چاہے کوئی بھی ہوتا، جس بات کو حق سمجھتے، کہنے میں کوئی عار یا باک محسوس نہیں کرتے تھے۔ طلبہ کے لباس، وضع قطع یا عادات و اطوار میں سے جس امر کو شریعت و اخلاق کے دائرے سے باہر سمجھتے، بلا جھجک کہہ دیتے لیکن انداز ایسا حکمت بھرا ہوتا کہ اسے ناگوار نہ گزرتا تھا۔ ایک بظاہر چھوٹی سی مثال ملاحظہ ہو۔ بارہا ایسا ہوا کہ کھانے کے مقررہ اوقات میں جب طلبہ دار العلوم کے مطبخ سے کھانا لے کے جاتے تو آپ راستے میں کسی جگہ کھڑے ہو کے مشاہدہ کرتے۔ اگر کسی بچے نے سالن کا برتن روٹیوں کے اوپر رکھا ہوتا تو آگے بڑھ کے کچھ کہے بغیر روٹیاں دہری کر کے چنگیری یا ٹرے میں ایک طرف کر دیتے اور

سالن کا برتن باقی خالی جگہ میں رکھ کے فرماتے: ''بیٹا! سالن کا برتن روٹی کے اوپر رکھنا خلافِ ادب ہے۔''

اسلاف صالحین کی ایسی یادگاریں پہلے ہی عنقا تھیں کہ استاذ گرامی قاری صاحب علیہ الرحمہ بھی رخصت ہوئے۔ ان کی زندگی کا ہر حسین پہلو لائق تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے، تربت پر ہر گھڑی رحمت کی برسات فرمائے اور ہم خوشہ چینوں کو ان کے پند و نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔



(۱۴) کشتۂ عشق رسول ﷺ

آصف شہزاد جماعتی

(گولڈ میڈلسٹ، فاضل دارالعلوم نوریہ رضویہ، ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ)

اللہ رب العزت نے اس کائناتِ آب وگل کو گوناگوں مخلوقات سے مزین فرمایا ہے۔ جملہ مخلوقات کی سرداری کا تاج انسان کے سر پر سجا کر اسے خلیفۃ اللہ کے منصب جلیلہ پر فائز فرمایا۔ پھر اس علیم حکیم اور خبیر بصیر رب ذوالجلال نے اپنے خلیفہ کی رہبری ورہنمائی اور تعلیم وتربیت کے لیے انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری فرمایا جس کی آخری کڑی خاتم النبیین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی قدر ہے۔ اب چونکہ باب نبوت بند ہو گیا ہے لہٰذا دین اسلام کی ترویج واشاعت کی بھاری ذمہ داری اس امت کے علماء، اولیاء اور صلحاء نے بڑے احسن طریقے سے ادا کی ہے اور کر رہے ہیں۔ ایسے ہی نفوس قدسیہ میں سے ایک برگزیدہ ہستی استاذی مکرم جناب قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ جنہوں نے اپنا بچپن، لڑکپن، جوانی، بڑھاپا غرضیکہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس دین اسلام کی خدمت اور عشق رسول ﷺ کے فروغ کے لیے قربان کر دیا۔ حصول علم کے لیے برداشت کی جانے والی مشکلات، حضور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں گذارے ہوئے مہ وسال، بغدادی مسجد، دارالعلوم نوریہ رضویہ، مزمل مسجد کی تعمیر وترقی میں کردار، قبلہ سیدی واستاذی حضور پیر سید ہدایت رسول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ساتھ وفاشعاری کی داستان، طلباء کے ساتھ مہر ومحبت اور اس جیسے سینکڑوں قبلہ قاری صاحب کے زندگی کے ایسے درخشاں پہلو ہیں جن کا اگر مفصل ذکر

کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ترتیب پائے مگر میری قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وابستہ چند حسین یادیں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں جو کہ اساتذہ، طلباء، علماء اور تعلیم و تعلم سے وابستہ افراد کے لیے بالخصوص اور ہر صاحب ایمان کے لیے بالعموم مشعل راہ ہیں۔

راقم الحروف نے ۲۰۰۵ء میں دارالعلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ کیسا حسین اتفاق ہے کہ میری دارالعلوم میں سب سے پہلی ملاقات ہی قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے طلباء سے حد درجہ محبت کرتے تھے لہٰذا انہوں نے مجھے اپنے پاس بٹھایا، بڑی شفقتوں سے نوازا۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضور اکرم ﷺ کی ہر سنت سے والہانہ محبت تھی لہٰذا آپ طلباء کو بار بار داڑھی مبارک چہرے پر سجانے کی تلقین کرتے تھے اور داڑھی منڈوانے یا کتروانے کے عمل سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو سخت صدمہ ہوتا اور تکلیف پہنچتی تھی۔ اسی طرح دارالعلوم نوریہ رضویہ کے طلباء کا یونیفارم سفید شلوار قمیص، نیلی جرابیں اور سفید جالی دار ٹوپی پر مشتمل تھا۔ لیکن اگر کوئی طالب علم ظہر اور مغرب کے مطالعہ کے دورانیہ میں سر پر عمامہ شریف باندھتا تو اس کو دیکھ کر قاری صاحب کا دل باغ باغ ہو جاتا۔ سب طلباء کے سامنے اس کی تعریف کرتے، اس کو دفتر میں اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلاتے اور انعام سے بھی نوازتے۔ کبھی کبھی دارالعلوم کے تمام طلباء میں اعلان فرماتے کہ جو طالب علم ان سنتوں کی پابندی کرے گا اس کو اس قدر انعام دیا جائے گا۔

قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ان گنت خوبیوں اور

صلاحیتوں سے نوازا تھا مگر ان کی شخصیت کا سب سے غالب پہلوان کا حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی قدر کے ساتھ عشق تھا۔ جس نے ان کے انداز تدریس کو بھی سب سے جدا اور منفرد بنا دیا تھا۔

راقم الحروف کو متعدد اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف نصیب ہوا ہے اور مختلف مدارس، سکولوں، کالجز اور یونیورسٹیز میں پڑھانے کی توفیق بھی ملی ہے مگر میں نے قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسا عظیم مدرس اور منفرد و یکتا انداز تدریس نہیں دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیں فارسی کی کتب پڑھایا کرتے تھے۔ سبق شروع کرنے سے پہلے ہمیشہ آپ کا معمول مبارک تھا کہ قصیدہ بردہ شریف، درود پاک اور ایک مخصوص نعت شریف کا ہدیہ بآواز بلند ترنم کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت خوب صورت، پیاری اور شیریں آواز عطا فرمائی تھی جبکہ عشق رسول ﷺ کی مستی نے اس کو اور بھی زیادہ سریلا، پرتاثیر اور سحر انگیز بنا دیا تھا۔ جب قاری صاحب اور طلباء مل کر نعت پڑھتے تو ایک عجیب سماں ہوتا۔ نعت شریف کے اشعار کچھ یوں ہیں:

؎ سوہنا طیبہ سوہنے طیبہ دے گلیاں بازار
قدسی آوندے شام سویرے
عاصی پاؤندے مڑ مڑ پھیرے
لگی موج بہار سوہنا طیبہ سوہنے طیبہ دے گلیاں بازار

نعت شریف کے دوران قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ آنکھیں بند کر لیتے اور عالم تصور میں شہر مدینہ کی گلیوں میں چلے جاتے، جذب و مستی کی حالت میں

جھومتے اور پھر آنکھیں کھول کر دیوانہ وار پڑھتے۔

؎ سوہنا طیبہ سوہنے طیبہ دے گلیاں بازار

اور طلباء کو ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے ''دیکھی چیز کا تصور اور ہوتا ہے، ان دیکھی چیز کا تصور اور ہوتا ہے۔''

اس کے بعد باقاعدہ تدریس کا آغاز فرماتے۔ آپ کے پڑھانے میں اس قدر مہر ومحبت، شائستگی اور شگفتگی ہوتی کہ ہر کلاس کے ہر طالب علم کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیکچر کا انتظار رہتا۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور میرے سے قبل اور بعد کے فاضلین بھی اس بات کے گواہ ہیں، مزید براں قارئین نے بھی ایسا مدرس یا استاد زندگی میں نہیں دیکھا ہوگا کہ اس کے لیکچر کے دوران کوئی طالب غلطی سے سو جائے یا اونگھ لے رہا ہو تو اس کا ردعمل کیسا ہوتا ہے۔ سزا، ڈانٹ ڈپٹ یا کم از کم خفگی اور ناراضی کا اظہار مگر کیا عظیم عاشق رسول مدرس ہے کہ اگر کوئی طالب سبق کے دوران ایسی غلطی کرتا، سو جاتا، تو قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نعت شریف کا یہ شعر اپنی سریلی آواز میں بلند آہنگ سے پڑھتے۔

؎ میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے

اللہ اکبر! ایسی میٹھی نعت کی لوریاں سنا کر طلباء کے قلوب واذہان کو عشق رسول ﷺ سے منور کرنے والی ذات قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔

سنت رسول ﷺ سے محبت کا یہ پہلو کس قدر حسین اور منفرد ہے کہ جب دارالعلوم نوریہ رضویہ کے سالانہ امتحانات قریب آتے تو قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے آج

ایک سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنا ہے۔ طلباء کو شدت سے انتظار ہوتا کہ اب قاری صاحب کیا فرماتے ہیں تو فرماتے کہ آقا کریم ﷺ نے قبر میں پوچھے جانے والے تین سوال بھی بتائے ہیں اور ان کے جوابات بھی ارشاد فرمائے ہیں لہذا سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرچے کے تین سوال بتا دیتے مگر ان کا سوال بنانے کا انداز ایسا عالمانہ اور حکیمانہ تھا کہ وہ تین سوال مکمل کتاب کا احاطہ کرتے۔ یوں آپ کے طلباء ہمیشہ آپ کے مضامین میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کرتے اور ان کو سب سے زیادہ دسترس بھی آپ ہی کے مضامین میں ہوتی۔

قبلہ قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کے ساتھ گہری عقیدت تھی۔ جب کوئی طالب علم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نام صرف ''امام ابوحنیفہ'' لیتا تو ناراض ہوتے۔ فرماتے ایسا نہ کہو بلکہ یوں نام لو۔ امام الائمہ، کاشف الغمہ، سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قبلہ قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور لوگوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع فروزاں کرنے کے لیے وقف رکھی۔ شب و روز کی انتھک محنت سے دین کے سپاہی اور مجاہد تیار کیے۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق سے آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

(۱۵) ایک عظیم شخصیت

صاحبزادہ محمد طاہر بغدادی

مانچسٹر، یو۔کے

ہندوستان کے ضلع گورداسپور کے علاقہ بٹالہ میں مولانا محمد حسین کے ہاں یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو پیدا ہونے والا بچہ محمد صدیق نام پاتا ہے اور قرآن وصاحب قرآن علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ وفا والا عظیم تعلق نبھاتے ہوئے اور ۸۲ رسال ۴ ماہ اور ۸ دن کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملتا ہے۔۔۔انا للہ وانا الیہ راجعون.

۴ سال کی عمر میں رسم بسم اللہ سے لیکر اپنے انتقال (۸ رجون ۲۰۲۰ء) تک قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پون صدی سے زائد عرصہ دین اسلام کی اشاعت، تعلیم وتعلم میں گزار دیا۔ اپنے بزرگوں کے ساتھ ہجرت کر کے لائلپور (فیصل آباد) آئے تو قسمت کا ستارہ چمک اٹھا اور محدث اعظم پاکستان حضرات مولانا سردار احمد قادری چشتی قدس سرہ العزیز کی قربت عطاء ہوئی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ اپنے عظیم استاذ گرامی کی خدمت کا موقع بھی ملا اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اللہ والوں کی خدمت انسان کو عظیم بنادیتی ہے۔ایسا ہی قاری صاحب کے ساتھ بھی ہوا۔

آپ نے نامور علمی ودینی شخصیات سے علوم دینیہ حاصل کئے اور دیگر دینی خدمات کے ساتھ ساتھ ۱۹۵۸ء میں فیصل آباد کی بغدادی مسجد میں مرکز علم وعرفان جامعہ نوریہ رضویہ میں اپنے استاد بھائی حضرت پیر سید زاہد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تدریس کا آغاز فرمایا۔ بے شمار طلبہ کے ساتھ ساتھ متعدد نامور دینی روحانی گھرانوں کے صاحبزادگان نے آپ سے تعلیم وتربیت حاصل کی اور اس فیض کو

آگے پہنچایا۔۔ پیر سید زاہد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد یہ پیکرِ صدق و وفا ان کے صاحبزادہ پیر سید ہدایت رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صاحبزادگان کے ساتھ بخوبی جامعہ کے انتظام و انصرام کو چلاتے رہے بلکہ سرپرستی فرماتے رہے ۶۲ سالہ یہ رفاقت ایک تاریخ ہے اور اہل علم و دانش کے لئے مشعل راہ بھی۔ حضور محدث اعظم پاکستان قدس سرہ العزیز و دیگر عظیم اساتذہ سے جو علمی دینی و روحانی فیض آپ نے حاصل کیا اسے آپ نے کما حقہٗ آگے تقسیم فرمایا آپ کے تلامذہ اور صاحبزادگان آپ کے لئے عظیم صدقہ جاریہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے مزار پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے، درجات اُخروی بلند فرمائے۔



(۱۶) بہترین رازدان

جمال بھائی، کراچی

قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سن کر دلی دکھ ہوا، حکم ربی تھا جوان کی اصل منزل تھی وہاں چلے گئے۔ موصوف کے ساتھ میرا بہت ہی پرانا تعلق ہے۔ تقریباً عرصہ چالیس سال سے میں موصوف کے ساتھ رابطے میں رہا۔ جب بھی ٹیلی فون پر بات ہوئی سکون محسوس ہوا۔ ماضی میں وہ کراچی تشریف لاتے اور آپ کے ساتھ حضرت علامہ مولانا حنیف القادری بھی ہوتے۔ موصوف کے ساتھ پہلی ملاقات میں ایک خاص کیفیت اور محبت کا عنصر نظر آیا۔ قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی شخصیت ہیں جن سے میں اپنے دل کی بات کرتا تھا، حتیٰ کہ خاندانی / کاروباری معاملات میں قاری صاحب کے ساتھ مشاورت کرتا۔ مولانا معین الدین شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے پر فیصل آباد آیا تو قاری صاحب نے اتنی زیادہ خدمت کی کہ بزرگ ہونے کا حق ادا کر دیا۔ قاری صاحب کی محبتیں ہمیشہ میرے دل میں راج کرتی رہیں گی۔ اللہ پاک جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

(۱۷) قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ کلام

(دورانِ تدریس کثرت سے پڑھتے)

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے اُمید گہ کہوں
جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے

گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں
درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے

صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دُوں شرف
بے خار گلشنِ چمن آراء کہوں تجھے

بے کس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے

بے داغ لالہ یا قمرِ بے کلف کہوں
مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے

تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

☆☆☆☆☆

(۱۸) استادِ محترم علامہ قاری محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

محمد طفیل رضا

(فاضل دارالعلوم نوریہ رضویہ)

بگل باغباں و باغباں را کل جہاں رفت

بلبلاں گویند کہ چشمہِ سازِ دلبراں رفت

او کہ روشن کرد ہمہ شمع ہائے خموشاں

آں شعلہِ چراغ شب سوئے کہکشاں رفت

من از کجا کشیدم سوز قلب و جگر را

کہ آں استاذِ من، منبعِ ذوقِ بیاں رفت

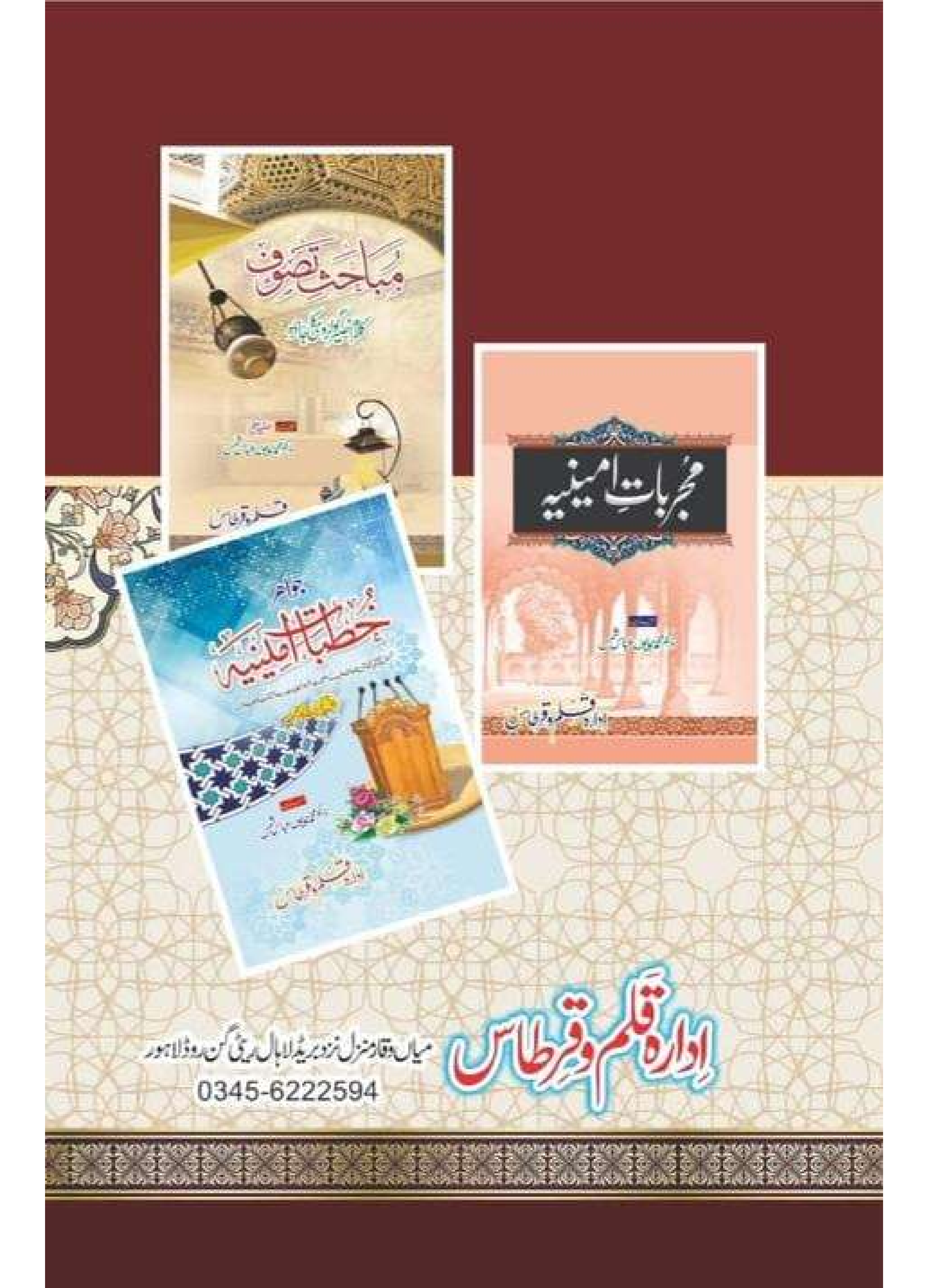
طیور اشکبارند بہر برگ و شاخِ بیاباں

ہماں گویند کہ چشمہِ شیریں زباں رفت

عطائے چشمِ اوست ایں حرفِ دلِ من

از آسماں آمد و بہ سوئے آسماں رفت

☆☆☆☆☆


مباحث تصوف
مجربات امینیہ
خطبات امینیہ
ادارہ قلم و قرطاس
میاں وقار منزل نزد ریڈلا ہال ریٹی گن روڈ لاہور
0345-6222594